مسائلِ قربانی

افادات

مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ
متکلم اسلام

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسائل قربانی

قربانی کی متعلق چند امور قابلِ ذکر ہیں:

1: قربانی کا ثبوت	2: قربانی کا حکم	3: قربانی کا جانور	4: جانوروں کی عمر
5: شرکاء اور ان کی تعداد	6: قربانی کا وقت	7: قربانی کے دن	8: شرائط وجوب قربانی
9: قربانی کا نصاب	10: ذبح کون کرے؟	11: قربانی کے چند عمومی مسائل	12: قربانی سے متعلق چند فوائد
13: شبہات اور ان کے جوابات			

1: قربانی کا ثبوت

(1): ﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ﴾

(سورۃ المائدۃ:27)

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) ان کے سامنے آدم کے دو بیٹوں کا قصہ ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سنائیں جب دونوں نے ایک ایک قربانی پیش کی تھی۔ ان میں سے ایک کی قربانی قبول ہوگئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی۔ اس (دوسرے نے پہلے سے) کہا کہ میں تجھے قتل کر ڈالوں گا۔ پہلے نے کہا کہ اللہ تو ان لوگوں سے (قربانی) قبول کرتا ہے جو متقی ہوں۔

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ ت1362ھ فرماتے ہیں:

”حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں ہابیل اور قابیل کا قصہ قرآن شریف میں مذکور ہے کہ ہابیل نے قربانی کی تھی اور اللہ کے مقبول ہوئی تھی اور وہ جانور ان کی قربانی کا اونٹ تھا یا مینڈھا علی اختلاف روایات التفسیر.... اور جب سے اب تک سب امتوں میں ان جانوروں کا ذبح کرنا جاری و مشروع رہا۔“ (امداد الفتاویٰ: ج3 ص564)

(2): قَالَ تَعَالٰی: ﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ﴾ (سورۃ الحج: 34)

ترجمہ: ہم نے ہر امت کے لئے قربانی مقرر کی تاکہ وہ چوپائیوں کے مخصوص جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے عطاء فرمائے۔

(3): قَالَ تَعَالٰی: ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ (سورۃ الکوثر: 2)

ترجمہ: آپ اپنے رب کی نماز پڑھیں اور قربانی کریں۔

فائدہ:

اس آیت کی ایک تفسیر تو یہی ہے کہ ﴿وَانْحَرْ﴾ سے مراد قربانی ہے، دوسری تفسیر کے مطابق اس سے مراد نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہے۔

امام ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر القرطبی المالکی رحمہ اللہ ت463ھ۔ مشہور محدث امام ابو بکر احمد بن محمد الاثرم رحمہ اللہ ت273ھ کے حوالے سے ایک روایت نقل کرتے ہیں:

ذَكَرَ الْأَثْرَمُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَنْ عَاصِمٍ الْجَحْدَرِيِّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ صَبْهَانَ سَمِعَ عَلِيًّا يَقُولُ فِيْ قَوْلِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ {فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ} قَالَ وَضْعُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى تَحْتَ السُّرَّةِ.

(التمہید لابن عبد البر: ج8 ص164 من حدیث عبد الکریم بن ابی المخارق)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ﴿وَانْحَرْ﴾ سے مراد دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا ہے۔

(4): امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینی رحمہ اللہ ت 273ھ حدیث مبارک نقل کرتے ہیں:

عَنْ زَيْدِ ابْنِ اَرْقَمَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَارَسُوْلَ اللهِ! مَا هٰذِهِ الْاَضَاحِيُّ قَالَ سُنَّةُ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالُوْا فَمَا لَنَا فِيْهَا يَارَسُوْلَ اللهِ قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ قَالُوْا فَالصُّوْفُ يَارَسُوْلَ اللهِ قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ مِّنَ الصُّوْفِ حَسَنَةٌ.

(سنن ابن ماجہ: ص226- باب ثواب الاضحیہ)

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا: یارسول اللہ! یہ قربانی کیا ہے؟ (یعنی قربانی کی حیثیت کیا ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت (اور طریقہ) ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہمیں اس قربانی کے کرنے میں کیا ملے گا؟ فرمایا: ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ملے گی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے (پھر سوال کیا) یارسول اللہ! اون (کے بدلے میں کیا ملے گا؟) فرمایا: اون کے ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ملے گی۔

(5) امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ الترمذی رحمہ اللہ ت 279ھ حدیث مبارک نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَى اللهِ مِنْ اِهْرَاقِ الدَّمِ اَنَّهُ لَيَأْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُوْنِهَا وَاَشْعَارِهَا وَاَظْلَافِهَا وَاِنَّ الدَّمَ يَقَعُ مِنَ اللهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ اَنْ يَّقَعَ مِنَ الْاَرْضِ فَطِيْبُوْا بِهَا نَفْساً.

(جامع الترمذی: ج1 ص275 باب ماجاء فی فضل الاضحیۃ)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قربانی کے دن کوئی نیک عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کا خون بہانے سے محبوب اور پسندیدہ نہیں اور قیامت کے دن قربانی کا جانور اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں سمیت آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں شرفِ قبولیت حاصل کرلیتا ہے، لہٰذا تم خوش دلی سے قربانی کیا کرو۔

(6) امام عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی رحمہ اللہ ت 211ھ حدیث مبارک نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «ضَحُّوا، وَطَيِّبُوا بِهَا أَنْفُسَكُمْ؛ فَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ مُسْلِمٍ يُوَجِّهُ ضَحِيَّتَهُ إِلَى الْقِبْلَةِ إِلَّا كَانَ دَمُهَا، وَفَرْثُهَا، وَصُوفُهَا حَسَنَاتٍ مُحْضَرَاتٍ فِي مِيزَانِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»

(مصنف عبد الرزاق: ج4 ص388 باب فضل الضحایا والھدی)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قربانی کیا کرو اور اس کے ذریعے اپنے آپ کو پاک کیا کرو اس لیے کہ جب مسلمان اپنی قربانی کا رخ (ذبح کرتے وقت) قبلہ کی طرف کرتا ہے تو اس کا خون، گوبر اور اون قیامت کے دن میزان میں نیکیوں کی شکل میں حاضر کیے جائیں گے۔

2: قربانی کا حکم

اھل السنت والجماعت کے نزدیک قربانی واجب ہے۔

علامہ فخر الدین ابو محمد عثمان بن علی الزیلعی الحنفی رحمہ اللہ ت 743ھ فرماتے ہیں:

تَجِبُ عَلٰی حُرٍّ مُّسْلِمٍ مُّقِيمٍ مُّوسِرٍ عَنْ نَفْسِہٖ لَا عَنْ طِفْلِہٖ شَاۃٌ أَوْ سُبُعُ بَدَنَۃٍ يَوْمِ النَّحْرِ إِلٰی آخِرِ أَيَّامِہٖ.

(تبیین الحقائق للزیلعی: ج6 ص2 کتاب الاضحیۃ)

ترجمہ: دس ذوالحجہ سے لیکر قربانی کے آخری ایام (یعنی بارہ ذوالحجہ) تک ہر اس آدمی پر جو آزاد، مسلمان، مقیم اور صاحبِ نصاب ہو قربانی کرنا واجب ہے، (یہ وجوب اسی پر ہو گا) اس کے بچوں کی طرف سے نہ ہو گا۔

دلائل اھل السنت والجماعت:

دلیل نمبر 1:

(1): قَالَ تَعَالٰی: ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾

(سورۃ الکوثر: 2)

امام ابو بکر احمد الرازی الجصاص رحمہ اللہ (ت 370ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قَالَ الْحَسَنُ: صَلٰوۃُ يَوْمِ النَّحْرِ وَنَحْرُ الْبَدَنِ ...قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ: هٰذَا التَّاوِيلُ يَتَضَمَّنُ مَعْنَيَيْنِ، اَحَدُهُمَا اِيْجَابُ صَلٰوۃِ الْاَضْحٰی وَالثَّانِيْ وُجُوْبُ الْاُضْحِيَّۃِ۔

(احکام القرآن للجصاص ج3 ص419 تحت سورۃ الکوثر)

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ ت 110ھ نے فرمایا کہ اس آیت "فَصَلِّ لِرَبِّكَ" میں جو نماز کا ذکر ہے اس سے عید کی نماز مراد ہے اور "وانحر" سے قربانی مراد ہے۔

امام ابو بکر احمد الجصاص رحمہ اللہ ت 370ھ فرماتے ہیں کہ اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں:۔

1: عید کی نماز واجب ہے۔ 2: قربانی واجب ہے۔

مشہور مفسر علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ [ت 1225ھ] اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قَالَ عِكْرَمَۃُ وَعَطَاءُ وَقَتَادَۃُ ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ﴾ صَلٰوۃُ الْعِيْدِ يَوْمَ النَّحْرِ وَنَحْرُ نُسُكِكَ فَعَلٰی هٰذَا يَثْبُتُ بِهٖ وُجُوْبُ صَلٰوۃِ الْعِيْدِ وَالْاُضْحِيَّۃِ۔

(تفسیر المظہری: ج10، ص353)

ترجمہ: حضرت عکرمہ، حضرت عطاء اور حضرت قتادۃ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ "فَصَلِّ لِرَبِّكَ" میں "فصل" سے مراد "عید کی نماز" اور "وانحر" سے مراد "قربانی" ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ نماز عید اور قربانی واجب ہے۔

دلیل نمبر 2:

امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینی رحمہ اللہ ت 273ھ، امام احمد بن محمد بن حنبل رحمہ اللہ ت 241ھ، امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی رحمہ اللہ ت 458ھ حدیث مبارک نقل کرتے ہیں:

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَ لَهٗ سَعَۃٌ وَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا۔

(سنن ابن ماجہ: ص226 باب الاضاحی ھی واجبۃ ام لا، مسند احمد: ج2 ص321 رقم 8254، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج9 ص260 کتاب الضحایا)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو قربانی کی وسعت حاصل ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ کے قریب نہ آئے۔

وسعت کے باوجود قربانی نہ کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت وعید ارشاد فرمائی اور وعید ترکِ واجب پر ہوتی ہے۔

علامہ فخر الدین عثمان بن علی زیلعی الحنفی رحمہ اللہ ت 743ھ اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَمِثْلُ هذا الْوَعِيدِ لَا يُلْحَقُ بِتَرْكِ غَيْرِ الْوَاجِبِ.

(تبیین الحقائق للزیلعی: ج6 ص2 کتاب الاضحیۃ)

ترجمہ: اس قسم کی وعید غیر واجب کو چھوڑنے پر نہیں ہوتی (بلکہ واجب کو چھوڑنے پر ہوتی ہے)

تو معلوم ہوا قربانی واجب ہے۔

اعتراض:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي غَزْوَةِ خَيْبَرَ: مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ يَعْنِي الثُّومَ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا.

(صحیح البخاری: باب ما جاء في الثوم النيء والبصل والکراث)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے موقع پر فرمایا: جو شخص لہسن کھائے تو وہ مسجد کے قریب بھی نہ آئے۔

آپ کی بیان کردہ دلیل کے مطابق لازم آئے گا کہ لہسن کا "نہ کھانا" واجب ہو حالانکہ ترکِ ثوم کے وجوب کا کوئی بھی قائل نہیں۔

جواب:

سلطان المحدثین امام علی بن سلطان المعروف ملا علی القاری رحمہ اللہ ت 1014ھ لکھتے ہیں:

فَالنَّهْيُ إِنَّمَا هُوَ عَنْ حُضُوْرِ الْمَسْجِدِ بَعْدَ أَكْلِ الثُّوْمِ النَّيِّئِ وَنَحْوِهٖ لَا عَنْ أَكْلِ الثُّوْمِ وَالْبَصَلِ وَنَحْوِهِمَا.

(المرقاۃ لملا علی القاری: ج2 ص842 باب المساجد و مواضع الصلاۃ، الفصل الاول)

ترجمہ: اس حدیث میں کچا لہسن اور اس قسم کی (بو والی) چیزیں کھا کر مسجد میں آنے سے منع کیا گیا ہے، لہسن و پیاز وغیرہ کھانے سے منع نہیں کیا گیا۔

دلیل نمبر 3:

عن مِخْنَف بن سُلیم قال كُنَّا وُقُوفاً عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ فَقَالَ: يَاأَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ عَلٰى كُلِّ اَهْلِ بَيْتٍ فِيْ كُلِّ عَامٍ اُضْحِيَةً وَعَتِيْرَةً.

(سنن ابن ماجہ ص226 باب الاضاحی ھی واجبۃ ام لا، سنن النسائی ج2 ص188 کتاب الفرع والعتیرۃ)

ترجمہ: حضرت مِخنَف بن سُلیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفات میں ٹھہرے ہوئے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! ہر گھر والوں پر ہر سال قربانی اور عتیرہ واجب ہے۔

اس حدیث سے دو قسم کی قربانیوں کا حکم معلوم ہوا ایک عید الاضحیٰ کی قربانی اور دوسرا عتیرہ۔

فائدہ: "عتیرہ" اس قربانی کو کہا جاتا ہے جو زمانہ جاہلیت میں رجب کے مہینے میں بتوں کے نام پر ہوتی تھی پھر اسلام آنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے نام پر ہونے لگی، لیکن بعد میں اسے منسوخ فرما دیا گیا۔

امام ابو عبد الرحمان احمد بن شعیب بن علی النسائی رحمہ اللہ ت 303ھ حدیث مبارک نقل کرتے ہیں:

عَنْ اَبِیْ هُرَیرةَ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْفَرْعِ وَالْعَتِیْرَةِ.

(سنن النسائی ج2 ص188 کتاب الفرع والعتیرہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرع اور عتیرہ سے منع فرمادیا۔

فائدہ: ”فرع“ اس بچہ کو کہا جاتا تھا جو اونٹنی پہلی مرتبہ جنتی تھی اور اس کو بتوں کے نام پر قربان کیا جاتا تھا، ابتدا اسلام میں یہ اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح ہوتی رہی لیکن بعد اسے میں منسوخ کر دیا گیا۔ (زھر الربی علی النسائی لجلال الدین السیوطی ت 911ھ ج2 ص188)

اعتراض:

یہ روایت مُعلّل ہے، حضرت مخنف بن سلیم رضی اللہ عنہ کبھی اس کو موقوفاً بیان کرتے ہیں اور کبھی مرفوعاً!

جواب نمبر1:

اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ اگر ایک راوی حدیث ایک وقت میں مرفوعاً بیان کرے اور دوسرے وقت میں موقوفاً بیان کرے تو فقہاء و محدثین کے ہاں راجح یہ ہے حدیث پر مرفوع ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔ وجہ یہ ہے کہ یہ زیادتِ ثقہ ہے اور زیادتِ ثقہ مقبول ہوتی ہے۔

امام ابوزکریا یحیٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ ت 676ھ فرماتے ہیں:

وَالصَّحِیْحُ طَرِیْقَةُ الْأُصُوْلِیِّیْنَ وَالْفُقَهَاءِ وَالْبُخَارِیِّ وَمُسْلِمٍ وَّمُحَقِّقِی الْمُحَدِّثِیْنَ أَنَّهٗ یُحْکَمُ بِالرَّفْعِ وَالْاِتِّصَالِ لِأَنَّهَا زِیَادَةُ ثِقَةٍ.

(شرح مسلم للنووی: ج1 ص256، 282)

ترجمہ: صحیح طریقہ حضرات اصولیین، فقہاء، امام بخاری، امام مسلم اور محققین محدثین کا ہے کہ (اگر روایت کے موقوف و مرفوع یا ارسال و اتصال کے بارے میں اختلاف ہو جائے تو) مرفوع اور متصل ہونے کا حکم لگایا جائے گا، اس لیے کہ یہ زیادتِ ثقہ ہے۔

جواب نمبر2:

امام ابوالفضل جلال الدین عبد الرحمان بن کمال الدین ابی بکر بن محمد السیوطی رحمہ اللہ ت 911ھ فرماتے ہیں:

قَالَ الْمَاوَرْدِیُّ: لَا تَعَارُضَ بَیْنَ مَا وَرَدَ مَرْفُوْعًا مَرَّةً وَّمَوْقُوْفًا عَلَی الصَّحَابِیِّ أُخْرٰی لِأَنَّهٗ یَکُوْنُ قَدْ رَوَاهُ وَأَفْتٰی بِهٖ.

(تدریب الراوی: ص223 النوع الثانی عشر التدلیس)

ترجمہ: امام ماوردی فرماتے ہیں: روایت کے مرفوع یا موقوف بیان ہونے میں کوئی تعارض نہیں اس لیے کہ بعض مرتبہ راوی روایت بیان کرتا ہے اور کبھی اس پر فتویٰ دیتا ہے۔

جواب نمبر3:

اَنَّهٗ غَیْرُ مُدْرَكٍ بِالْقِیَاسِ وَهُوَ فِیْ حُکْمِ الْمَرْفُوْعِ.

ترجمہ: یہ حدیث غیر مدرک بالقیاس ہے اور یہ مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے۔

دلیل نمبر4:

حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ قَیْسٍ سَمِعْتُ جُنْدَبَ بْنَ سُفْیَانَ الْبَجَلِیَّ قَالَ شَهِدْتُّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ: مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَلْیُعِدْ مَکَانَهَا اُخْرٰی وَمَنْ لَّمْ یَذْبَحْ فَلْیَذْبَحْ.

(صحیح البخاری: ج2 ص843 باب من ذبح قبل الصلوۃ اعاد)

ترجمہ: حضرت جندب بن سفیان بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عید الاضحیٰ کے دن حاضر

ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے عید کی نماز سے پہلے (قربانی کا جانور) ذبح کر دیا تو اسے چاہیے کہ اس جگہ دوسری قربانی کرے اور جس نے (عید کی نماز سے پہلے) ذبح نہیں کیا تو اسے چاہئے کہ (عید کی نماز کے بعد) ذبح کرے۔

اس میں آپ علیہ السلام نے عید سے پہلے قربانی کرنے کی صورت میں قربانی دوبارہ لوٹانے کا حکم دیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ قربانی واجب ہے۔

غیر مقلدین کا موقف:

غیر مقلدین کے ہاں قربانی سنت ہے۔ میاں نذیر حسین دہلوی غیر مقلدت 1320ھ لکھتا ہے:

"اضحیہ یعنی قربانی میں اختلاف ہے کہ واجب ہے یا سنت موکدہ مگر مذہب صحیح و محقق یہی ہے کہ سنت موکدہ ہے"

فتاویٰ نذیریہ از میاں نذیر حسین دہلوی: ج3ص255

غیر مقلدین کے دلائل:

دلیل نمبر1:

امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ ت256ھ نے باب قائم کیا ہے:

بَابُ سُنَّةِ الْأُضْحِيَّةِ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ هِيَ سُنَّةٌ وَّمَعْرُوفٌ.

(صحیح البخاری: ج2ص832)

جواب:

الف: امام بخاری رحمہ اللہ کے ابواب ان کی فقہ ہوتی ہے۔ فقہ کو تسلیم کرنا تقلید ہے جبکہ آپ کے ہاں تقلید شرک ہے۔

تنبیہ: نیز یہ ہم پر الزاماً بھی پیش نہیں ہوسکتی کیونکہ ہم امام بخاری رحمہ اللہ کے مقلد نہیں بلکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد ہیں۔

ب: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اثر تو وہ آپ کے ہاں حجت نہیں..

1: افعال الصحابة رضی اللہ عنهم لا تنتهض للاحتجاج بها. (فتاوی نذیریہ بحوالہ مظالم روپڑی: ص58)

2: صحابہ کا قول حجت نہیں۔ (عرف الجادی نواب نور الحسن خان غیر مقلد: ص101)

3: صحابی کا کردار کوئی دلیل نہیں اگرچہ وہ صحیح طور پر ثابت ہوں۔ (بدور الاہلہ نواب صدیق حسن خان غیر مقلد: ج1ص28)

4: آثار صحابہ سے حجیت قائم نہیں ہوتی۔ (عرف الجادی نواب نور الحسن خان غیر مقلد: ص80)

5: خداوند تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے کسی کو صحابہ کرام کے آثار کا غلام نہیں بنایا ہے۔ (عرف الجادی نواب نور الحسن خان غیر مقلد: ص80)

6: موقوفات صحابہ حجت نہیں۔ (بدور الاہلہ نواب صدیق حسن خان غیر مقلد: ص129)

ج: نیز سنت معروفہ سے مراد بھی "طریقہ" ہے نہ کہ سنت اصطلاحی۔

لطیفہ:

غیر مقلدین کبھی تو شریعت کی اصطلاحات فرض، واجب، سنت وغیرہ کا انکار کرتے ہیں۔ بلکہ ان کو فقہاء کی بدعت کہتے ہیں۔

مولوی محمد داود ارشد غیر مقلد لکھتا ہے: "فقہائے احناف کا نماز کے ارکان میں سے بعض کو فرض، بعض کو واجب، بعض کو سنت، بعض کو مستحب قرار دینا بدترین بدعت ہے"

تحفہ حنفیہ ص125

اور کبھی کسی مسئلہ کو سنت کہنے پر اصرار بھی کرتے ہیں۔

دلیل نمبر 2:

عَنْ الْبَرَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِہِ فِی یَوْمِنَا ھٰذَا أَنْ نُصَلِّیَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ مَنْ فَعَلَہُ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلُ فَإِنَّمَا ھُوَ لَحْمٌ قَدَّمَہُ لِأَھْلِہِ لَیْسَ مِنْ النُّسُکِ فِی شَیْءٍ... مَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلَاۃِ تَمَّ نُسُکُہُ وَأَصَابَ سُنَّۃَ الْمُسْلِمِینَ۔

صحیح بخاری باب سنۃ الاضحیۃ

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس (عید الاضحیٰ کے) دن سب سے پہلے ہمیں نماز پڑھنی چاہیے، پھر واپس آکر قربانی کرنی چاہیے۔ جس نے اس طرح کیا اس نے ہماری طریقے کے مطابق کیا اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کا جانور ذبح کر دیا تو یہ ایسا گوشت ہو گا جسے اس نے اپنے گھر والوں کے لیے جلدی تیار کر لیا، یہ قربانی بالکل نہیں اور جس نے نماز کے بعد ذبح کیا تو اس کی قربانی مکمل ہو گئی اور اس نے مسلمانوں کے طریقے کے مطابق عمل کیا۔

جواب:

یہاں "فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا" سے مراد طریقہ ہے اس پر قرینہ حدیث مبارک کا آخری جملہ "مَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلَاۃِ تَمَّ نُسُکُہُ وَأَصَابَ سُنَّۃَ الْمُسْلِمِینَ" ہے۔

یہاں "فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا" سے مراد طریقہ ایسا ہی ہے جیسا کہ دوسری حدیث میں قربانی کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ کہا گیا ہے۔

عَنْ زَیْدِ ابْنِ اَرْقَمَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! مَا ھٰذِہِ الْاَضَاحِیُّ قَالَ سُنَّۃُ اَبِیْکُمْ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالُوْا فَمَا لَنَا فِیْھَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ بِکُلِّ شَعْرَۃٍ حَسَنَۃٌ قَالُوْا فَالصُّوْفُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ بِکُلِّ شَعْرَۃٍ مِّنَ الصُّوْفِ حَسَنَۃٌ.

(سنن ابن ماجہ: ص226- باب ثواب الاضحیہ)

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا: یارسول اللہ! یہ قربانی کیا ہے؟ (یعنی قربانی کی حیثیت کیا ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت (اور طریقہ) ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہمیں اس قربانی کے کرنے میں کیا ملے گا؟ فرمایا: ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ملے گی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے (پھر سوال کیا) یارسول اللہ! اون (کے بدلے میں کیا ملے گا؟) فرمایا: اون کے ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ملے گی۔

فائدہ:

کبھی سنت کا لفظ طریقہ کے لئے بولا جاتا ہے جیسے اوپر ذکر کردہ حدیث میں موجود ہے اور کبھی یہ لفظ واجب کے لئے بولا جاتا ہے جیسے ختنہ کرانا واجب لیکن اس کے لئے لفظ سنت کا بولا گیا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: اَلْخِتَانُ سُنَّۃٌ لِلرِّجَالِ.

(السنن الکبریٰ: ج8 ص325 باب السلطان یکرہ علی الختان)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ختنہ کرانا مردوں کے لیے واجب ہے۔

3: قربانی کے جانور

اھل السنة والجماعت کا موقف:

جو جانور قربانی کے لیے ذبح کئے جاسکتے ہیں: بھیڑ، بکری، گائے، بھینس، اونٹ (نر، مادہ) ہیں۔

أَمَّا جِنْسُهُ فَهُوَ أَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْأَجْنَاسِ الثَّلَاثَةِ الْغَنَمِ أَوِ الْإِبِلِ أَوِ الْبَقَرِ وَيَدْخُلُ فِي كُلِّ جِنْسٍ نَوْعُهُ وَالذَّكَرُ وَالْأُنْثٰى منه وَالْخَصِيُّ وَالْفَحْلُ لِانْطِلَاقِ اسْمِ الْجِنْسِ على ذلك وَالْمَعْزُ نَوْعٌ من الْغَنَمِ وَالْجَامُوسُ نَوْعٌ من الْبَقَرِ.

(فتاویٰ عالمگیریہ: ج5 ص367 الباب الخامس)

ترجمہ: قربانی میں جو جانور ذبح کیے جاسکتے ہیں وہ ان تین قسموں میں سے ہونے چاہیں؛ بکری، اونٹ اور گائے، اور ان میں ہر جنس کی نوع (قسم) بھی شامل ہے، مذکر، مونث، خصی، بغیر خصی ہر قسم شامل ہے، مینڈھا یہ بکری کی قسم ہے اور بھینس یہ گائے کی قسم ہے۔

دلیل:

﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ﴾

(سورۃ الحج:34)

ترجمہ: ہم نے ہر امت کے لئے قربانی مقرر کی تا کہ وہ چوپائیوں کے مخصوص جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے عطاء فرمائے۔

اس آیت میں قربانی کے لیے "بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ" مقرر کیے گئے ہیں۔ ان "بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ" کی وضاحت خود قرآن مجید میں دوسرے مقام پر یوں موجود ہے:

﴿وَمِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةً وَفَرْشًا كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللهُ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ○ ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ مِنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنْثَيَيْنِ أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنْثَيَيْنِ نَبِّئُونِي بِعِلْمٍ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ○ وَمِنَ الْإِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنْثَيَيْنِ أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنْثَيَيْنِ الاية﴾

(سورۃ الانعام:142، 143، 144)

ترجمہ: اور چوپایوں میں سے اللہ نے وہ جانور بھی پیدا کیے ہیں جو بوجھ اٹھاتے ہیں اور وہ بھی جو زمین سے لگے ہوئے ہیں۔ اللہ نے جو تمہیں رزق دیا ہے اس میں سے کھاؤ اور شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو۔ جان لو کہ وہ تمہارے لیے کھلا دشمن ہے۔ (مویشیوں کے) کل آٹھ جوڑے اللہ نے پیدا کیے ہیں۔ دو صنفیں (نر اور مادہ) بھیڑوں کی نسل سے اور دو بکروں کی نسل سے، ذرا ان سے پوچھو کہ: "کیا دونوں نروں کو اللہ نے حرام کیا ہے یا دونوں مادہ کو؟ یا ہر اس بچے کو جو دونوں نسلوں کی مادہ کے پیٹ میں موجود ہو؟ اگر تم سچے ہو تو کسی علمی بنیاد پر مجھے جواب دو!" اور اسی طرح اونٹوں کی بھی دو صنفیں (نر اور مادہ) اللہ نے پیدا کی ہیں، اور گائے کی بھی دو صنفیں۔ ان سے کہو: "کیا دونوں نروں کو اللہ نے حرام کیا ہے یا دونوں مادہ کو؟ یا ہر اس بچے کو جو دونوں نسلوں کی مادہ کے پیٹ میں موجود ہو؟

یعنی "بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ" آٹھ جانور ہیں؛ دو بھیڑوں سے، دو بکریوں میں، دو اونٹوں سے اور دو گائیوں میں سے۔

امام ابو محمد عبد الرحمن بن محمد بن إدريس بن مهران المعروف ابن ابی حاتم الرازي رحمہ اللہ ت327ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ: أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ عَلِيًّا عَنِ الْهَدْيِ مِمَّا هُوَ فَقَالَ: مِنَ الثَّمَانِيَةِ الْأَزْوَاجِ. فَكَأَنَّ الرَّجُلَ شَكَّ. قَالَ عَلِيٌّ: تَقْرَأُ الْقُرْآنَ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ: فَسَمِعْتَ اللهَ يَقُولُ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ قَالَ وَسَمِعْتَهُ يَقُولُ لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ... وَمِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةً وَفَرْشًا قَالَ: فَسَمِعْتَهُ يَقُولُ: مِنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْإِبِلِ اثْنَيْنِ. (تفسیر ابن ابی حاتم الرازی: ج5 ص94)

ترجمہ: حضرت ابو جعفر محمد بن علی فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قربانی کے جانوروں کے متعلق سوال کیا کہ یہ کون سے جانور ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: قربانی کا جانور آٹھ جانوروں میں سے ہوتا ہے مگر اس آدمی کو کچھ شک ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم قرآن پڑھتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا آپ نے اللہ کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ" (اے ایمان والو! معاہدوں کو پورا کرو، تمہارے لیے وہ چوپائے حلال کر دیے گئے ہیں جو مویشیوں میں داخل ہوں) اور کیا یہ ارشاد نہیں سنا کہ "لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ" (تاکہ وہ چوپائیوں کے مخصوص جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے عطاء فرمائے) اور کیا یہ ارشاد نہیں سنا کہ "وَمِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةً وَفَرْشًا" (اللہ تعالیٰ نے چوپائیوں میں سے بوجھ اٹھانے والے [یعنی اونٹ، بیل] بھی پیدا کیے ہیں اور زمین پر لگے ہوئے [یعنی بکری، دنبہ، بھیڑ وغیرہ]) اور یہ ارشاد نہیں سنا کہ "مِنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْإِبِلِ اثْنَيْنِ" (دو صنفیں یعنی نر اور مادہ بھیڑوں کی نسل سے، دو صنفیں گائے کی نسل سے، دو بکروں کی نسل سے، دو اونٹوں کی نسل سے)

فائدہ:

قربانی کے جانوروں میں بھینس بھی داخل ہے کیونکہ یہ بھی گائے کی ایک قسم ہے، لہذا بھینس کی قربانی بھی جائز ہے۔

وَالْجَامُوسُ نَوْعٌ مِنَ الْبَقَرِ. (فتاویٰ عالمگیریہ: ج5 ص367 الباب الخامس)

ترجمہ: بھینس گائے کی قسم میں سے ہے۔

دلائل

دلیل نمبر 1: حدیث:

حافظ ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ دیلمی ت 509ھ روایت نقل کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا:

الْجَامُوسُ تُجْزِي عَنْ سَبْعَةٍ فِي الْأُضْحِيَةِ.

(الفردوس بماثور الخطاب لابی شجاع الدیلمی: ج2 ص124 رقم الحدیث 2650)

ترجمہ: بھینس کی قربانی میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔

دلیل نمبر 2: حدیث:

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ (ت 110ھ) فرماتے:

اَلْجَامُوسُ بِمَنْزِلَةِ الْبَقَرِ. (مصنف ابن ابی شیبہ لابی بکر عبد اللہ بن محمد المعروف ابن ابی شیبہ: ج7، ص65، رقم: 10848)

ترجمہ: بھینس گائے کے درجہ میں ہے۔

حدیث کی تعریف:

♦ مشہور محدث علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی (ت 743ھ) لکھتے ہیں:

الحدیث اعم من ان یکون قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم او الصحابی او التابعی، وفعلہم وتقریرہم.

(شرح المشکوۃ للطیبی: ج1 ص4، 5)

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابی یا تابعی کے قول، فعل اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں۔

♦ مولانا خیر محمد جالندھری (ت 1390ھ) لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین کے قول وفعل وتقریر کو حدیث کہتے ہیں۔

(خیر الاصول: ص 3)

نوٹ: فن حدیث کی روشنی میں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا ارشاد بھی حدیث میں داخل ہے۔

دلیل نمبر 3: اجماع:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ت 241ھ سے پوچھا گیا" الجوامیس تجزء عن سبعة؟ "کیا بھینس کی قربانی میں سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں؟ تو آپ رحمہ اللہ نے جواب میں فرمایا" لا أعرف خلاف هذا "مجھے اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف کرنا معلوم نہیں {یعنی اس پر اجماع ہے}

مسائل الامام احمد بن حنبل واسحاق بن راہویہ رقم المسئلہ 2865

علامہ ابو بکر محمد بن ابراھیم بن المنذر ت 319ھ لکھتے ہیں:

وَاَجْمَعُوْا عَلٰى اَنَّ حُكْمَ الْجَوَامِيْسِ حُكْمُ الْبَقَرِ. (کتاب الاجماع لابن المنذر: ص 37)

ترجمہ: ائمہ حضرات کا اس بات پر اجماع ہے کہ بھینس کا حکم گائے والا ہے۔

فائدہ: اجماع امت چونکہ دلیل شرعی ہے لہذا بھینس کی قربانی کے جواز پہ دلیل شرعی موجود ہے۔

دلیل نمبر 4: قیاس:

♦ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ (ت 161ھ) فرماتے ہیں:

تُحْسَبُ الْجَوَامِيْسُ مَعَ الْبَقَرِ. (مصنف عبد الرزاق: لامام عبد الرزاق بن ہمام ت 211ھ ج 4 ص 23، رقم الحدیث: 6881)

ترجمہ: بھینسوں کو گائے کے ساتھ شمار کیا جائے گا۔

♦ امام مالک بن انس مدنی رحمہ اللہ (ت 179ھ) فرماتے ہیں:

اِنَّمَا هِيَ بَقَرٌ كُلُّهَا. (موطا امام مالک: ص 294، باب ماجاء فی صدقۃ البقر)

ترجمہ: یہ بھینس گائے ہی ہے (یعنی گائے کے حکم میں ہے)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

اَلْجَوَامِيْسُ وَالْبَقَرُ سَوَاءٌ. (کتاب الاموال لابی عبید قاسم بن سلام ت 224ھ: ج 2، ص 385، رقم: 812)

ترجمہ: گائے اور بھینس برابر ہیں (یعنی ایک قسم کی ہیں)

بھینسوں کی زکوۃ کا ذکر حدیث مبارک میں نہیں ہے، فقہاء نے جس طرح گائے پر قیاس کرتے ہوئے بھینس میں بھی زکوۃ کا حکم لگایا ہے، دونوں کا نصاب ایک قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح قربانی کے مسئلے میں بھی گائے کو بھینس پر قیاس فرماتے ہوئے قربانی کا حکم لگایا۔

دلیل نمبر 5: لغت:

اَلْجَامُوْسُ ضَرْبٌ مِّنْ كِبَارِ الْبَقَرِ. (المنجد: ص 101)

ترجمہ: بھینس بڑی گائے کی ایک قسم ہے۔

غیر مقلدین کا موقف:

بھینس کی قربانی کرنا صحیح نہیں۔

مبشر احمد ربانی غیر مقلد لکھتا ہے "مبنی بر احتیاط اور راجح یہی موقف ہے کہ بھینس کی قربانی نہ کی جائے"

(آپ کے مسائل اور ان کا حل از مبشر احمد ربانی: ج2ص337)

دلیل:

حجاز میں بھینس کا وجود ہی نہ تھا پس اس کی قربانی نہ سنت رسول سے ثابت ہوتی ہے نہ تعامل صحابہ سے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل از مبشر احمد ربانی: ج2ص337)

جواب:

1: بھینس اگرچہ موجود نہ تھی لیکن باجماعِ امت اسے گائے کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے گائے والا حکم دے دیا گیا جیسا کہ زکوٰۃ کے مسئلہ میں اسے گائے کے ساتھ شامل کر دیا گیا ہے۔

2: اگر بھینس کی قربانی نہ کرنے کی یہی دلیل ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بلادِ عرب میں نہیں تھی تو اس دلیل کے مطابق اس کا گوشت، دودھ، مکھن، کھال وغیرہ کا استعمال بھی جائز نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہ دور نبوت میں عرب ممالک میں نہیں پائی جاتی تھی۔

بھینس کی قربانی غیر مقلدین کی زبانی:

1. سوال: کیا بھینس کی قربانی جائز ہے؟

جواب: جائز ہے کیونکہ بھینس اور گائے کا ایک ہی حکم ہے۔

فتاوی علمائے حدیث ج13ص46

خلاصہ بحث یہ ہے کہ بکری، گائے کی قربانی مسنون ہے تاہم بھینس بھینسا کی قربانی بھی جائز اور مشروع ہے اور ناجائز لکھنے والے کا مسلک درست نہیں۔

فتاوی علمائے حدیث ج13ص74

2. نعیم الحق ملتانی غیر مقلد نے کتاب لکھی ہے: "بھینس کی قربانی کا تحقیقی جائزہ"، اس میں بھینس کی قربانی کو جائز کہا ہے اور دلائل کے منکر کو جاہل کہا ہے۔
3. غیر مقلد عالم حافظ ابو یحیٰ نورپوری کا ویڈیو کلپ موجود ہے جس میں انہوں نے بھینس اور گائے کو ایک قسم مان کر بھینس کی قربانی کو جائز کہا ہے۔
4. غیر مقلد "مفتی" عبد الرحمان عابد نے بھینس کی قربانی کے جواز کو کئی وجوہ سے راجح کہا ہے۔
5. غیر مقلد حافظ مشتاق اوکاڑوی نے قرآن و سنت کے دلائل کی روشنی میں بغیر کسی قباحت کے بھینس کی قربانی کو جائز کہا ہے۔
6. غیر مقلد عالم ابو معاذ حنیف نے بھینس کو گائے کی قسم قرار دیکر بھینس کی قربانی کو جائز کہا ہے۔
7. حافظ عبد المجید فرخ غیر مقلد نے قرآن، سنت، ائمہ کرام اور اہل لغت کے فرامین کی روشنی میں بھینس کی قربانی کو مشروع کہا ہے۔
8. حافظ ندیم ظہیر غیر مقلد نے زکوۃ، قربانی وغیرہ میں بھینس کو گائے کی قسم مان کر اس کی قربانی کو جائز کہا اور اسے اکابر اہل حدیث کا مسلک قرار دیا ہے۔
9. غیر مقلد عالم عبد السلام بن محمد نے بھینس کو پالتو جانور ہونے کی وجہ سے قرآن کریم اور اہل لغت کے دلائل کی روشنی میں بھینس کی

قربانی کو جائز کہا ہے۔

10. غیر مقلد عالم عبد اللہ ناصر رحمانی نے بھینس کی قربانی کو جائز قرار دیا ہے۔

فائدہ:

غیر مقلدین کے ہاں جو جانور زائد ہیں:

[۱]: گھوڑے کی قربانی جائز ہے۔(فتاویٰ ستاریہ: ج1 ص149)

دلیل:

عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَتْ نَحَرْنَا عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا فَأَكَلْنَاهُ.

(صحیح البخاری: کتاب الذبائح والصید- باب النحر والذبح)

ترجمہ: حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں گھوڑے کو ذبح کیا[یعنی اس کی قربانی کی]اور اس کا گوشت کھایا۔

اس روایت میں لفظ "نَحَرْنَا" ہے جو بمعنی قربانی ہے۔

جواب نمبر1:

"ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ" کی وضاحت قرآن مجید نے جن جانوروں سے کی ہے ان میں گھوڑا شامل نہیں ہے۔

جواب نمبر2:

یہ دلیل تب بنے گی جب "نَحَرْنَا" بمعنی "نَسَكْنَا" ہو، جبکہ حدیث میں "نَحَرْنَا فَرَسًا" بمعنی "ذَبَحْنَا فَرَسًا" ہے جس کی دلیل وہ احادیث ہیں جس میں "ذَبَحْنَا" کا صریح لفظ موجود ہے۔

(۱):عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ ذَبَحْنَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا وَنَحْنُ بِالْمَدِيْنَةِ فَأَكَلْنَاهُ.(صحیح البخاری: رقم 5511)

ترجمہ: حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں ہم نے مدینہ منورہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں گھوڑا ذبح کیا پھر اسے کھایا۔

(۲):عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ: ذَبَحْنَا فَرَسًا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَكَلْنَاهُ.(المعجم الکبیر لابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی رحمہ اللہ ت360ھ: رقم302)

ترجمہ: حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں گھوڑا ذبح کیا پھر اسے کھایا۔

(۳):عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ: ذَبَحْنَا فَرَسًا فَأَكَلْنَا نَحْنُ وَأَهْلُ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال لشیخ علی متقی بن حسام الدین ت975ھ: ج15 ص439)

ترجمہ: حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں ہم نے گھوڑا ذبح کیا پھر اسے ہم نے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے کھایا۔

تنبیہ:

جن احادیث سے گھوڑے کے گوشت کھانے کا جواز معلوم ہوتا ہے تو ایسی احادیث منسوخ ہیں ناسخ دلائل یہ ہیں:

1:عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ أَكْلِ لُحُوْمِ الْخَيْلِ وَالْبِغَالِ وَالْحَمِيْرِ- زَادَ حَيْوَةُ- وَكُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ.

(سنن ابی داود لابی داود سلیمان بن اشعث السجستانی ت 275ھ: کتاب الاطعمۃ- باب فی أکل لحوم الخیل)

ترجمہ: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے، خچر اور گدھوں کے کھانے سے منع فرمایا۔ حیوہ (راوی) نے ان الفاظ کے ساتھ یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچلیوں کے ساتھ کھانے والے درندوں کا گوشت کھانے سے بھی منع فرمایا۔

امام بدر الدین محمود بن احمد بن موسیٰ العینی رحمہ اللہ ت 855ھ فرماتے ہیں:

سَنَدُ حَدِیْثِ خَالِدٍ جَیِّدٌ. (عمدۃ القاری: ج26 ص75 باب غزوۃ خیبر)

ترجمہ: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی اس روایت کی سند جید ہے۔

2: عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ لَمَّا کَانَ یَوْمُ خَیْبَرَ أَصَابَ النَّاسَ مَجَاعَةٌ فَأَخَذُوا الْحُمُرَ الْأَهْلِيَّةَ فَذَبَحُوهَا وَمَلَئُوا مِنْهَا الْقُدُورَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَكَفَأْنَا يَوْمَئِذٍ الْقُدُورَ وَقَالَ إِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ سَیَأْتِیكُمْ بِرِزْقٍ هُوَ أَحَلُّ مِنْ هٰذَا وَأَطْيَبُ فَكَفَأْنَا يَوْمَئِذٍ الْقُدُورَ وَهِيَ تَغْلِي فَحَرَّمَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْحُمُرَ الْإِنْسِيَّةَ وَلُحُومَ الْخَيْلِ وَالْبِغَالِ وَكُلَّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَكُلَّ ذِي مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ وَحَرَّمَ الْمُجَثَّمَةَ وَالْخَلِيسَةَ وَالنُّهْبَةَ.

(شرح مشکل الآثار لابی جعفر احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی ت 321ھ: ج8 ص69 باب بیان مشکل ماروی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی لحوم الخیل من کراہۃ و من اباحۃ من حدیث جابر بن عبد اللہ، المعجم الاوسط لابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی ت 360ھ: ج4 ص93 رقم الحدیث 3692)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگِ خیبر کے دن لوگوں کو بھوک نے ستایا تو انہوں نے گھریلو گدھوں کو پکڑا اور ذبح کیا اور ان سے ہانڈیوں کو بھر دیا۔ جب یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا (کہ ان کو گرادیں) تو ہم نے اس دن ان ہانڈیوں کو گرادیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ حلال اور پاکیزہ رزق عطا فرمائیں گے۔ چنانچہ ہم نے اس دن ان ہانڈیوں کو جوش مارنے کی حالت میں گرادیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھوں، گھوڑوں، خچروں کے گوشت، کچلیوں کے ساتھ کھانے والے درندوں، پنجوں کے ساتھ کھانے والے پرندوں، باندھ کر نشانہ بنائے گئے جانور، درندے کے ہاتھوں چھڑائے گئے جانور جو ذبح سے پہلے ہی مر جائے اور (کسی درندے کے ہاتھوں) اچکے ہوئے جانور کے گوشت کو حرام قرار دیا۔

امام نور الدین علی بن ابی بکر بن سلیمان الہیثمی ت 807ھ فرماتے ہیں:

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ، وَالْبَزَّارُ بِاخْتِصَارٍ، وَرِجَالُهُمَا رِجَالُ الصَّحِيحِ، خَلَا شَيْخِ الطَّبَرَانِيِّ عُمَرَ بْنِ حَفْصٍ السَّدُوسِيِّ، وَهُوَ ثِقَةٌ. (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: ج5 ص63 رقم الحدیث 8053)

ترجمہ: اس روایت کو امام طبرانی نے اپنی کتاب "المعجم الاوسط" میں اور امام بزار سے (اپنی مسند میں) اختصار کے ساتھ بیان کیا۔ ان دونوں کے راوی صحیح البخاری کے راوی ہیں سوائے امام طبرانی کے استاذ عمر بن حفص السدوسی کے، لیکن عمر بن حفص السدوسی بھی ثقہ ہے۔

3: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ كَرِهَ لُحُومَ الْخَيْلِ وَتَأَوَّلَ {وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً}

(احکام القرآن لابی بکر احمد الجصاص ت 370ھ: ج3 ص270 ومن سورۃ النحل)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما گھوڑے کے گوشت کو مکروہ (اور ناجائز) کہتے تھے اور دلیل میں قرآن پاک کی یہ آیت {وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً} پیش کرتے تھے۔

4: وَلِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰہُ قَوْلُهُ تَعَالَى {وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً} خَرَجَ مَخْرَجَ الِامْتِنَانِ وَالْأَكْلُ مِنْ أَعْلَى مَنَافِعِهَا، وَالْحَكِيمُ لَا يَتْرُكُ الِامْتِنَانَ بِأَعْلَى النِّعَمِ وَيَمْتَنُّ بِأَدْنَاهَا.

(الہدایۃ لامام علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل المعروف مرغینانی ت 593ھ: ج4 ص440 کتاب الذبائح فصل فیما یحل اکلہ ومالا یحل)

ترجمہ: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً﴾ کہ ان تین چیزوں (گھوڑا، خچر اور گدھا) کا ذکر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے ضمن میں ہوا ہے، کسی جانور کا سب سے بڑا فائدہ اس کا گوشت "کھانا" ہے۔ حکیم ذات احسان کا ذکر کرتے ہوئے کبھی بھی اعلیٰ نعمتوں کو چھوڑ کر ادنیٰ نعمت کا تذکرہ نہیں کرتی۔ (اور یہاں اعلیٰ فائدہ "گوشت کھانا" کو چھوڑ کر ادنیٰ فائدہ "سواری کرنا" کا ذکر ہے، جو دلیل ہے کہ اگر گھوڑے کا گوشت کھانا جائز ہوتا تو اللہ تعالیٰ ضرور ذکر فرماتے)

فائدہ:

فقہاء کرام نے بھی گھوڑے کے گوشت کے مکروہ ہونے کی تصریح کی ہے۔

علامہ علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل المرغینانی رحمہ اللہ (ت 593ھ) لکھتے ہیں:

وَيُكْرَهُ لَحْمُ الْفَرَسِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ.

(الهدایۃ: ج4 ص440 کتاب الذبائح فصل فیما یحل اکلہ ومالا یحل)

ترجمہ: گھوڑے کا گوشت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں مکروہ ہے اور یہی قول امام مالک رحمہ اللہ کا بھی ہے۔

امام ابو حفص عمر بن علی المعروف ابن الملقن (ت 804ھ) فرماتے ہیں:

فَكَرِهَهُ مَالِكٌ وَّأَبُو حَنِيفَةَ وَالْأَوْزَاعِيُّ، وَنُقِلَ عَنْ مُجَاهِدٍ وَّأَبِي بَكْرٍ الْأَصَمِّ وَالْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ.

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح: جزء26 ص495 باب لحوم الخیل)

ترجمہ: گھوڑے کے گوشت کو امام مالک، امام ابو حنیفہ اور امام اوزاعی مکروہ جانتے تھے اور یہی قول امام مجاہد، امام ابو بکر الاصم اور امام حسن بصری سے بھی منقول ہے۔

جواب نمبر3:

گھوڑا کو ذبح کر کے اس کا گوشت کھانا جائز ہی نہیں تو گھوڑے کی قربانی کیسے جائز ہو گی؟!

گھوڑے کے گوشت کے ناجائز ہونے پر دلائل اوپر گزر چکے ہیں۔

[۲]: مرغ کی قربانی جائز ہے۔ (فتاویٰ ستاریہ: ج2 ص72)

[۳]: انڈے کی قربانی جائز ہے۔ (فتاویٰ ستاریہ: ج4 ص40)

دلیل:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، كَانَ عَلَى كُلِّ بَابٍ مِنْ أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ مَلَائِكَةٌ يَكْتُبُونَ الْأَوَّلَ فَالْأَوَّلَ، فَإِذَا جَلَسَ الْإِمَامُ طَوَوُا الصُّحُفَ، وَجَاءُوا يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ، وَمَثَلُ الْمُهَجِّرِ كَمَثَلِ الَّذِي يُهْدِي الْبَدَنَةَ، ثُمَّ كَالَّذِي يُهْدِي بَقَرَةً، ثُمَّ كَالَّذِي يُهْدِي الْكَبْشَ، ثُمَّ كَالَّذِي يُهْدِي الدَّجَاجَةَ، ثُمَّ كَالَّذِي يُهْدِي الْبَيْضَةَ.

(صحیح مسلم: ج1 ص282 کتاب الجمعۃ- باب فضل التھجیر یوم الجمعۃ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب جمعہ کا دن ہوتا ہے فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پہلے آنے والے کا نام پہلے، اس کے بعد آنے والے کا نام اس کے بعد لکھتے ہیں (اسی طرح آنے والوں کے نام ان کے آنے کی ترتیب سے لکھتے رہتے ہیں)۔ جب امام خطبہ دینے کے لئے آتا ہے تو فرشتے اپنے رجسٹر لپیٹ دیتے ہیں اور خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ جو جمعہ کی نماز کے لئے سب سے پہلے (یعنی جلدی) آتا ہے اسے اونٹ صدقہ کرنے کا ثواب ملتا ہے، اس کے بعد آنے والے کو گائے صدقہ کرنے کا ثواب ملتا ہے، اس کے بعد آنے والے کو مینڈھا، اس کے بعد والے کو مرغی، اس کے بعد والے کو انڈا صدقہ کرنے کا ثواب ملتا

ہے۔

اس حدیث میں لفظ "یُھْدِیْ" ہے اور "اِھْدَاء" کا معنی قربانی کرنا ہے۔ لہٰذا اس حدیث میں مرغ اور انڈے کی قربانی کا جواز ثابت ہوتا

ہے۔

جواب:

یہاں لفظ "یُھْدِیْ" ہے اور "اَھْدٰی، یُھْدِیْ، اِھْدَاءً" کا معنی صدقہ وخیرات کرنا ہے نہ کہ قربانی کرنا۔ قربانی کا معنی ہے "اراقۃ الدم" اور "اراقۃ الدم" انڈے میں ناممکن ہے۔

محدث علامہ ظفر احمد عثمانی (ت1396ھ) لکھتے ہیں:

وَالْحَقُّ اَنَّ الْاِھْدَاءَ مُفَسَّرٌ بِالتَّصَدُّقِ دُوْنَ اِرَاقَۃِ الدَّمِ بِدَلِیْلِ ذِکْرِ الْبَیْضَۃِ.

(اعلاء السنن: ج17 ص207)

ترجمہ: صحیح بات یہ ہے کہ یہاں "اھداء" سے مراد صدقہ کرنا ہے نہ کہ اراقۃ الدم (یعنی قربانی) اس کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث میں انڈے کا ذکر ہے (اور انڈے میں اراقۃ الدم ناممکن ہے)

"یُھْدِیْ" سے مراد "تصدق" کی مزید تائید حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ، ثُمَّ رَاحَ، فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ، فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ، فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا أَقْرَنَ، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ، فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ، فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً، فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلَائِكَةُ يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ. (صحیح مسلم: ج1 ص281، ص282 کتاب الجمعۃ- باب فضل التھجیر یوم الجمعۃ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو آدمی جمعہ کے دن غسلِ جنابت کرے، پھر مسجد کی طرف جائے تو وہ اس طرح ہے جیسے اس نے اونٹ صدقہ کیا ہو، اور اگر آدمی دوسری گھڑی میں آئے تو گویا اس نے گائے صدقہ کی ہے، اور اگر آدمی تیسری گھڑی میں آئے تو گویا اس نے ایک مینڈھا صدقہ کیا ہو، اور اگر آدمی چوتھی گھڑی میں آئے تو گویا اس نے مرغی صدقہ کی ہو اور اگر آدمی پانچویں گھڑی میں آئے تو گویا اس نے انڈا صدقہ کیا ہو۔ اور جب امام خطبہ دینے کے لئے آتا ہے تو فرشتے (اپنے رجسٹر لپیٹ دیتے ہیں اور) خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

اس حدیث میں "یُھْدِیْ" کی وضاحت "قَرَّبَ" سے کی گئی ہے جس کا معنی "تصدق" ہے۔

امام ابوزکریا یحیی بن شرف النووی (ت676ھ) لکھتے ہیں:

فَمَعْنٰی "قَرَّبَ" تَصَدَّقَ. (شرح مسلم للنووی: ج1 ص208)

اور علامہ ظفر احمد عثمانی (ت1396ھ) لکھتے ہیں:

"وَالتَّقْرِیْبُ" اَلتَّصَدُّقُ بِالْمَالِ تَقَرُّبًا اِلَی اللہِ عَزَّوَجَلَّ. (اعلاء السنن: ج17 ص207)

ترجمہ: "تقریب" کا معنی ہے مال کو اللہ تعالیٰ کے قرب حاصل کرنے کے لیے صدقہ کرنا۔

خلاصہ یہ کہ اس روایت میں جمعہ کے لیے پہلے آنے والوں کے لیے اونٹ، گائے، مینڈھا، مرغ اور انڈے کے صدقہ وخیرات کرنے کے ثواب ملنے کا ذکر ہے نہ کہ ان کی قربانی کا۔

نوٹ:

وَفِي أُصُولِ التَّوْحِيدِ لِلْإِمَامِ الصَّفَّارِ وَالتَّضْحِيَةُ بِالدِّيكِ وَالدَّجَاجَةِ فِي أَيَّامِ الْأُضْحِيَّةِ مِمَّنْ لَا أُضْحِيَّةَ عَلَيْهِ لِإِعْسَارِهِ تَشْبِيهًا بِالْمُضَحِّينَ مَكْرُوهٌ، لِأَنَّهُ مِنْ رُسُومِ الْمَجُوسِ. (فتاویٰ عالمگیریہ ج5ص370کتاب الاضحیۃ، الباب الخامس)

ترجمہ: امام صفار کی کتاب "اصول توحید" میں ہے: قربانی کے دنوں میں غربت کی وجہ سے جس آدمی کے پاس قربانی دینے کی طاقت نہ ہو تو اگر وہ مرغ اور مرغی کی قربانی دے تاکہ قربانی دینے والوں کی فہرست میں شامل ہو جائے تو یہ مکروہ ہے کیونکہ یہ مجوسیوں کا طریقہ ہے۔

فائدہ: امام صفار سے مراد مشہور متکلم، محدث، فقیہ ابو القاسم احمد بن عصمہ البلخی رحمہ اللہ ت 326ھ ہیں۔

4: جانور کی عمر

اھل السنۃ والجماعۃ کا موقف:

قربانی کے جانوروں میں بھیڑ، بکری ایک سال، گائے، بھینس دو سال اور اونٹ پانچ سال کا ہونا ضروری ہے، البتہ وہ بھیڑ اور دنبہ جو دیکھنے میں ایک سال کا لگتا ہو اس کی قربانی بھی جائز ہے۔

فَلَا يَجُوزُ شَيْءٌ مِمَّا ذَكَرْنَا من الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ عن الْأُضْحِيَّةِ إلَّا الثَّنِيُّ من كل جِنْسٍ وَإِلَّا الْجَذَعُ من الضَّأْنِ خَاصَّةً إذَا كان عَظِيمًا وَأَمَّا مَعَانِي هذه الْأَسْمَاءِ فَقَدْ ذَكَرَ الْقُدُورِيُّ أَنَّ الْفُقَهَاءَ قالوا الْجَذَعُ من الْغَنَمِ ابن سِتَّةِ أَشْهُرٍ وَالثَّنِيُّ ابن سَنَةٍ وَالْجَذَعُ من الْبَقَرِ ابن سَنَةٍ وَالثَّنِيُّ منه ابن سَنَتَيْنِ وَالْجَذَعُ من الْإِبِلِ ابن أَرْبَعِ سِنِينَ وَالثَّنِيُّ ابن خَمْسٍ.

(فتاویٰ عالمگیریہ: ج5ص297کتاب الاضحیۃ، الباب الخامس فی بیان محل اقامۃ الواجب)

ترجمہ: قربانی کے لیے اونٹ، گائے اور بکری کا "ثنی" ہونا ضروری ہے۔ اگر یہ نہ ملیں تو چھ مہینے کا مینڈھا جو دیکھنے میں بڑا نظر آئے جائز ہے۔ مذکورہ جانوروں کے "ثنی" کا معنی امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ فقہاء فرماتے ہیں کہ بکری کا "جزع" چھ مہینے کا اور "ثنی" ایک سال کا ہوتا ہے، گائے کا "جزع" ایک سال کا اور "ثنی" دو سال کا ہوتا ہے، اونٹ کا "جزع" چار سال کا اور "ثنی" پانچ سال کا ہوتا ہے۔

دلیل:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَذْبَحُوْا إِلَّا مُسِنَّةً إِلَّا اَنْ يُّعْسَرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوْا جَذَعَةً مِّنَ الضَّأْنِ.

(صحیح مسلم: ج2، ص155 باب سن الاضحیہ)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قربانی کے لیے عمر والا جانور ذبح کرو، ہاں اگر ایسا جانور میسر نہ ہو تو پھر چھ ماہ کا دنبہ ذبح کرو جو سال کا لگتا ہو۔

فائدہ: "اِلَّا اَنْ يُّعْسَرَ عَلَيْكُمْ" کی قید اتفاقی ہے، احترازی نہیں۔

اگر کوئی بندہ چھ ماہ کا ایسا دنبہ ذبح کرے جو دیکھنے میں سال کا لگتا ہو تو جائز ہے اگرچہ اسے ایک سال کا بکرا میسر ہو۔

فائدہ: اس حدیث میں دو باتیں قابل غور ہیں:

نمبر1: اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے جانور کے لیے لفظ "مسنہ" استعمال فرمایا ہے۔ جمہور فقہاء کرام رحمہم اللہ نے "مسنہ" کا مطلب یہ بیان فرمایا کہ اس سے مراد اونٹ، گائے اور بکری میں سے "الثنی" ہے۔

امام ابوزکریا یحیٰ بن شرف النووی رحمۃ اللہ علیہ ت676ھ فرماتے ہیں:

قَالَ الْعُلَمَاءُ الْمُسِنَّةُ هِیَ الثَّنِيَّةُ مِنْ كل شئ مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ.

(شرح مسلم: ج2ص155)

ترجمہ: علماء فرماتے ہیں کہ "مسنہ" سے مراد اونٹ، گائے اور بکری میں سے "الثنی" ہے۔

اور فقہاء کرم کے ہاں "الثنی" سے مراد یہ ہے کہ بھیڑ، بکری ایک سال کی ہو، گائے اور بھینس دو سال کی اور اونٹ پانچ سال کا ہو۔ فقہاء کی چند تصریحات ملاحظہ ہوں:

(1) مشہور محدث وفقیہ علامہ ابو الحسین احمد بن محمد بن جعفر القدوری رحمہ اللہ ت428ھ فرماتے ہیں:

اِنَّ الْفُقَهَاءَ قَالُوْا...وَالثَّنِی مِنَ الْغَنَمِ ابْنُ سَنَةٍ وَالثَّنِی مِنْهُ مِنَ الْبَقَرِ ابْنُ سَنَتَيْنِ وَالثَّنِی مِنَ الْإِبِلِ ابْنُ خَمْسٍ.

(فتاویٰ عالمگیریہ: ج5ص297 کتاب الاضحیۃ، الباب الخامس فی بیان محل اقامۃ الواجب)

ترجمہ: حضرات فقہاء کرام یہ فرماتے ہیں کہ بھیڑ، بکری ایک سال کی، گائے دو سال اور اونٹ پانچ سال کا ہو۔

(2) محدث وفقیہ علامہ زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف ابن نجیم رحمہ اللہ ت970ھ فرماتے ہیں:

وَالثَّنِی مِنَ الضَّأْنِ وَالْمَعْزِ ابْنُ سَنَةٍ وَمِنَ الْبَقَرِ ابْنُ سَنَتَيْنِ وَمِنَ الْإِبِلِ ابْنُ خَمْسِ سِنِيْنَ.

(البحر الرائق: ج8ص201 کتاب الاضحیہ)

ترجمہ: بھیڑ اور بکری ایک سال کی، اور گائے دو سال کی، اور اونٹ پانچ سال کا ہو۔

(3) مولانا خلیل احمد سہارنپوری (ت1346ھ) لکھتے ہیں:

الْمُسِنَّة بِضَمِّ الْمِيْمِ و كَسْرِ السِّيْنِ و بِالنُّوْنِ الْمُشَدّدة وهُوَ مِنَ الْإِبِلِ مَا اسْتَكْمَلَ خمس سِنِيْنَ وَطَعَنَ فِي السَّادِسَةِ وَمِنَ الْبَقَرِ مَا اسْتَكْمَلَ سَنَتَيْنِ وَطَعَنَ فِي الثَّالِثَةِ وَمِنَ الْغَنَمِ ضَأْنًا اَوْ مَعْزًا مَا اسْتَكْمَلَ سَنة وطَعَنَ فی الثَّانِيَة.

(بذل المجہود شرح سنن ابی داود: ج4ص71)

ترجمہ: اونٹ کا مسنہ وہ ہے جو پانچ سال مکمل کر کے چھٹے سال میں چل رہا ہو، گائے کا مسنہ وہ ہے جو دو سال مکمل کر کے تیسرے سال میں چل رہا ہو اور بکری و بھیڑ کا مسنہ وہ ہے جو ایک سال مکمل کر کے دوسرے سال میں چل رہا ہو۔

نمبر2: مذکورہ حدیث میں "مسنہ" کے متبادل "جَذَعَةٌ مِّنَ الضَّأْنِ" کا حکم فرمایا اس سے مراد وہ دنبہ ہے جو چھ ماہ کا ہو۔ مگر دیکھنے میں ایک سال کا لگتا ہو۔

علامہ زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف ابن نجیم رحمہ اللہ ت970ھ فرماتے ہیں:

وَقَالُوْا هٰذَا اِذَا كَانَ الْجَذَعُ عَظِيْمًا بِحَيْثُ لَوْ خَلَطَ بِالثَّنِيَّاتِ يَشْتَبِهُ عَلَى النَّاظِرِيْنَ وَالْجَذَعُ مِنَ الضَّأْنِ مَا تَمَّتْ لَهُ سِتَّةُ اَشْهُرٍ عِنْدَ الْفُقَهَاءِ.

(البحر الرائق: ج8ص202 کتاب الاضحیہ)

ترجمہ: حضرات فقہاء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ دنبہ ہے جو اتنا بڑا ہو اگر اس کو سال والے دنبوں میں ملا دیا جائے تو دیکھنے میں سال والوں کے مشابہ ہو اور حضرات فقہاء کے نزدیک جذع (دنبہ) وہ ہے جو چھ ماہ مکمل کر چکا ہو۔

نوٹ: یہ حکم صرف بھیڑ اور دنبہ میں ہے، بکری یا گائے بھینس اور اونٹ کے لیے نہیں کیونکہ حدیث پاک میں صرف اسی کی اجازت ہے۔

غیر مقلدین کا موقف:

غیر مقلدین کے ہاں مدار عمر نہیں، مدار دانت ہیں:

قربانی کے جانور کے لیے ضروری ہے کہ وہ دو دانتہ ہو اس کے لئے عمر کی کوئی قید نہیں ہے کیونکہ علاقائی آب و ہوا کی وجہ سے اس کے دو دانتہ ہونے کی عمر میں کمی بیشی ہو سکتی ہے، اگر دو دانتہ نہ ملے تو ایک سال کا دنبہ یا چھترا ذبح کیا جا سکتا ہے۔

(فتاویٰ اصحاب الحدیث از حافظ عبد اللہ غیر مقلد: ج2ص392)

دلیل:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَذْبَحُوْا اِلَّا مُسِنَّةً اِلَّا اَنْ يُّعْسَرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوْا جَذَعَةً مِّنَ الضَّأْنِ.

(صحیح مسلم: ج2، ص155 باب سن الاضحیہ)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قربانی کے لیے مسنہ جانور ذبح کرو، ہاں اگر ایسا جانور میسر نہ ہو تو پھر چھ ماہ کا دنبہ ذبح کرو جو سال کا لگتا ہو۔

حدیث میں لفظ "مسنہ" ہے اور مسنہ کا معنی "ثنی" ہوتا ہے، اور "ثنی" لغت میں دو دانتوں کو کہتے ہیں۔ لہذا حدیث میں جس جانور کی قربانی کا تذکرہ ہے اس سے مراد ایسا جانور ہے جس کے دو دانت گر گئے ہوں۔

جواب 1:

"مسنہ" کا معنی لغت میں "دو دانتہ" بھی ہے۔

و الثَّنِيُّ الذی يلقی ثنيته. (مختار الصحاح: ص90)

کہ "ثنی" وہ جانور ہے جس کے دو دانت گر گئے ہوں۔

اور مسنہ کا معنی عمر والا بھی ہے۔

الْمُسِنّ: عمر رسیدہ۔ (القاموس الوحید ص812)

الْمُسِنّ: بوڑھا جانور۔ (المنجد ص494)

یہ مسئلہ چونکہ شریعت کا ہے اس لیے لغت کا وہ معنیٰ مراد لیں گے جو اصحاب شرع نے لیا ہے اور وہ فقہاء ہیں۔

امام ابو عیسی محمد بن سورہ الترمذی رحمہ اللہ ت279ھ فرماتے ہیں:

وَ كَذٰلِكَ قَالَ الْفُقَهَاءُ وَهُمْ أَعْلَمُ بِمَعَانِي الْحَدِيْثِ. (سنن الترمذي ج1 ص193 کتاب الجنائز، باب غسل المیت)

ترجمہ: اور فقہاء حدیث کا معنی زیادہ جانتے ہیں۔

جواب 2:

"جذعة" سے مراد باتفاق امت دنبے اور بھیڑ میں چھ ماہ کی عمر والا جانور ہے۔ مسنہ کے متبادل عمر کے اعتبار سے جانور کا تعین کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ "مسنہ" کی بنیاد عمر ہے نہ کہ دانت کا گرنا۔

فائدہ:

اھل السنۃ والجماعۃ کے ہاں حلال جانور کے سات اعضاء کھانا مکروہ ہیں۔

دلیل:

عَنْ مُجَاهِدٍقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ مِنَ الشَّاةِ سَبْعًا. اَلدَّمَ وَالْحَيَاءَ وَالْاُنْثَيَيْنِ وَالْغُدَّ وَالذَّكَرَ وَالْمَثَانَةَ وَالْمَرَارَةَ.

(مصنف عبد الرزاق لامام عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی ت 211ھ: ج4، ص409، السنن الکبری لامام ابو بکر احمد بن الحسین البیہقی ت 458ھ: ج10، ص7، باب مایکرہ من الشاۃ)

ترجمہ: حضرت مجاہد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری کے سات اعضاء کھانے کو پسند نہیں کرتے تھے۔

(1) دم مسفوح [بہتا ہوا خون] (2) مادہ جانور کی شرمگاہ (3) خصیتین (4) غدود (۵) نر جانور کی پیشاب گاہ (6) مثانہ (7) پتہ

فائدہ: دم مسفوح کا کھانا بوجہ نصِ قطعی کے حرام ہے جبکہ باقی چھ کا کھانا مکروہ ہے۔

جبکہ غیر مقلدین کے ہاں دم مسفوح کے علاوہ حلال جانور کا ہر عضو حلال ہے۔

میاں نذیر حسین دہلوی ت 1320ھ لکھتے ہیں:

بکری وغیرہ جتنے جانور حلال ہیں ان کے تمام اجزاء حلال ہیں، ان کی کوئی چیز حرام نہیں ہے۔ ہاں دمِ مسفوح البتہ حرام ہے کہ اس کی حرمت صریح قرآن مجید میں آئی ہے، اس کے سوا باقی اور تمام چیزیں حلال ہیں کیونکہ ان کی حرمت ثابت نہیں۔۔۔ اس وجہ سے کہ شریعت نے حلال جانور کو حلال کر دیا تو ہمارے لیے اس کے تمام اجزاء حلال ہیں۔ ہاں جس جزو کو خود شریعت ہی نے حرام بنا دیا تو وہ جزو البتہ حرام ہو گا اور ہمارے نفوس اور ہماری طبیعتوں کا بعض اجزاء کو مکروہ و خبیث سمجھنا کوئی چیز نہیں ہے اور شریعت نے ہمیں اس کی اجازت بھی نہیں دی ہے کہ جن اجزاء کو ہماری طبیعتیں خبیث سمجھیں تو ان اجزاء کو ہم حرام یا مکروہ شرعی جانیں۔

(فتاویٰ نذیریہ: ج3 ص320)

علمی لطیفہ: میاں نذیر حسین دہلوی صاحب کی رائے دیکھ لی جبکہ علامہ وحید الزمان صاحب کی رائے یہ ہے:

اب ہمارے اصحاب کا ایک قول ضعیف اور ہے، وہ یہ کہ منی عورت کی نجس ہے اور مرد کی پاک ہے اور ایک قول اس سے بھی زیادہ ضعیف یہ ہے کہ دونوں کی منی نجس ہے اور ٹھیک یہی ہے کہ مرد اور عورت دونوں کی منی پاک ہے، اور جب منی پاک ہوئی تو اس کا کھانا درست ہے یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں: صحیح یہ ہے کہ درست نہیں ہے کیونکہ طبیعت اس سے گھن کرتی ہے۔

(ترجمہ صحیح مسلم از علامہ وحید الزمان: ج1 ص387، باب: منی کا حکم)

نذیر حسین دہلوی صاحب کہتے ہیں ہماری طبیعت شریعت نہیں جبکہ وحید الزمان صاحب طبیعت کی وجہ سے منی کے کھانے کو صحیح نہیں کہتے۔

۵: شرکاء اور ان کی تعداد

اهل السنة والجماعة کا موقف:

قربانی کا جانور اگر اونٹ گائے یا بھینس ہو تو اس میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔

يَجِبُ أَنْ يُعْلَمَ أَنَّ الشَّاةَ لَا تُجْزِءُ إِلَّا عن وَاحِدٍ وَإِنْ كانت عَظِيمَةً وَالْبَقَرُ وَالْبَعِيرُ يُجْزِي عن سَبْعَةٍ.

(فتاویٰ عالمگیریہ: ج5 ص375 الباب الثامن)

ترجمہ: یہ بات جان لینی چاہیے کہ بکری صرف ایک آدمی کی جانب سے کفایت کرتی ہے اگرچہ بڑی کیوں نہ ہو، اور گائے اور اونٹ سات کی جانب سے کفایت کرتا ہے۔

دلائل:

دلیل نمبر 1:

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُهِلِّيْنَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَّشْتَرِكَ فِي الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ كُلُّ سَبْعَةٍ مِّنَّا فِيْ بَدَنَةٍ.

(صحیح مسلم: ج1، ص424، باب الاشتراک في الهدی واجزاء البقرة والبدنة كل منهما عن سبعة)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کا احرام باندھ کر نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم اونٹ اور گائے میں سات سات (آدمی) شریک ہو جائیں۔

دلیل نمبر 2:

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ نَحَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ الْبَدَنَةَ عَنْ سَبْعَةٍ وَالْبَقَرَ عَنْ سَبْعَةٍ.

(صحیح مسلم: ج1، ص424، باب الاشتراک في الهدی واجزاء البقرة والبدنة كل منهما عن سبعة)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے حدیبیہ والے سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قربانی کی۔ چنانچہ اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے اور گائے بھی سات آدمیوں کی طرف سے قربان کی۔

غیر مقلدین کا موقف:

اونٹ میں دس آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔

حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتا ہے "اونٹ میں سات یا دس آدمی شریک ہو سکتے ہیں"

مقالات زبیر علی زئی: ج2 ص215

مفتی عبید اللہ خان عفیف لکھتا ہے "گائے میں سات اور اونٹ کی قربانی میں دس حصے دار شریک ہو سکتے ہیں"

فتاویٰ محمدیہ از محمد عبید اللہ: ص660

دلیل:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَحَضَرَ الْأَضْحَى فَاشْتَرَكْنَا فِي الْبَقَرَةِ سَبْعَةً وَفِي الْبَعِيرِ عَشَرَةً.

(سنن الترمذی: ج1 ص276 باب ماجاء ان الشاة الواحدة تجزی عن اهل البيت)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ عید الاضحیٰ کا موقع آ گیا۔ تو ہم نے گائے میں سات اور اونٹ میں دس آدمیوں کے حساب سے شرکت کی۔

جواب 1:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث متروک ہے اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث معمول بہ ہے۔ اور عمل حدیث معمول پر ہوتا ہے متروک پر نہیں۔

جواب 2:

امام ابو عیسی محمد بن عیسی سورۃ الترمذی رحمہ اللہ ت 279ھ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ.

(سنن الترمذي ج 1 ص 276 باب ماجاء ان الشاة الواحدة تجزی عن اهل البيت)

ترجمہ: اسی پر اہلِ علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وغیرہ کا عمل ہے۔

اور یہ ضابطہ ہے کہ:

إِذَا تَنَازَعَ الْخَبَرَانِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُظِرَ إِلَى مَا عَمِلَ بِهِ أَصْحَابُهُ مِنْ بَعْدِهِ.

(سنن ابی داؤد: باب لحم الصيد للمحرم، باب من لايقطع الصلوة شئ)

ترجمہ: جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دو حدیثیں مروی ہوں اور دونوں میں اختلاف ہو تو دیکھا جائے گا کہ جس پر صحابہ نے عمل کیا ہو اسے لیا جائے گا۔ چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا عمل حضرت جابر رضی اللہ کی حدیث مبارک پر ہے اس لئے ہمارے لئے بھی وہی قابل عمل ہے۔

جواب 3:

طرز محدثین سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث منسوخ ہے اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث ناسخ ہے۔

امام ابوزکریا یحی بن شرف النووی رحمہ اللہ ت 676ھ فرماتے ہیں:

وَهَذِهِ عَادَةُ مُسْلِمٍ وَغَيْرِهِ مِنْ أَئِمَّةِ الْحَدِيثِ يَذْكُرُونَ الْأَحَادِيثَ الَّتِي يَرَوْنَهَا مَنْسُوخَةً ثُمَّ يُعَقِّبُونَهَا بِالنَّاسِخِ.

(شرح النووي: ج 1 ص 156 باب الوضوء مما مست النار)

ترجمہ: امام مسلم رحمہ اللہ اور دیگر محدثین کی مبارک عادت ہے کہ وہ پہلے ان احادیث کو لاتے ہیں جو ان کے نزدیک منسوخ ہوتی ہیں، پھر وہ لاتے ہیں جو ناسخ ہوتی ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے پہلے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث نقل کی ہے اور اس کے بعد حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث لائے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث منسوخ ہے۔

جواب 4:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث فعلی جبکہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث قولی ہے اور حدیث قولی کو حدیث فعلی پر ترجیح ہوتی ہے۔

امام ابوزکریا یحیٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ ت676ھ فرماتے ہیں:

أَنَّهُ تَعَارَضَ الْقَوْلُ وَالْفِعْلُ، وَالصَّحِيحُ حِينَئِذٍ عِنْدَ الْأُصُولِيِّينَ تَرْجِيحُ الْقَوْلِ.

(شرح مسلم للنووی: باب تحریم نکاح المحرم)

ترجمہ: یہاں قول اور فعل میں تعارض ہے اور اصولیین کے ہاں صحیح موقف یہ ہے کہ ترجیح قول کو ہوتی ہے۔

اور اس مسئلہ میں ایک طرف صرف فعلی حدیث جبکہ دوسری طرف فعلی اور قولی دونوں حدیثیں ہیں۔

بکری سے متعلق اھل السنۃ والجماعۃ کا موقف:

اگر قربانی کا جانور بکری یا بھیڑ ہو تو وہ صرف ایک آدمی کی طرف سے کفایت کرتی ہے۔

يَجِبُ أَنْ يُعْلَمَ أَنَّ الشَّاةَ لَا تُجْزِءُ إِلَّا عن وَاحِدٍ وَإِنْ كانت عَظِيمَةً. (فتاویٰ عالمگیریہ: ج5ص375 الباب الثامن)

ترجمہ: یہ بات جان لینی چاہیے کہ بکری صرف ایک آدمی کی جانب سے کفایت کرتی ہے اگرچہ بڑی کیوں نہ ہو۔

دلائل:

دلیل نمبر1:

عن ابن عباس اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ و سلم اَتَاہُ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّ عَلَیَّ بَدَنَۃً وَاَنَا مُوْسِرٌ بِھَا وَلَا اَجِدُھَا فَاَشْتَرِیَھَا فَاَمَرَہُ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ و سلم اَنْ یَّبْتَاعَ سَبْعَ شِیَاۃٍ فَیَذْبَحُھُنَّ.

(سنن ابن ماجہ: ص226، کتاب الاضاحی باب کم یجزی من الغنم عن البدنۃ)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ مجھ پر ایک بڑا جانور (اونٹ یا گائے) واجب ہو چکا ہے اور میں مالدار ہوں اور مجھے بڑا جانور نہیں مل رہا کہ میں اسے خرید لوں (لہٰذا اب کیا کروں؟) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات بکریاں خرید لو اور انہیں ذبح کر لو۔

اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے جانور کو سات بکریوں کے برابر شمار کیا اور بڑے جانور میں قربانی کے سات حصے ہو سکتے ہیں اس سے زیادہ نہیں۔ معلوم ہوا کہ ایک بکری یا ایک دنبہ کی قربانی ایک سے زیادہ افراد کی طرف سے جائز نہیں۔

دلیل نمبر2:

قَالَ ابْنُ عُمَرَ اَلشَّاۃُ عَنْ وَاحِدٍ. (اعلاء السنن محدث ظفر احمد عثمانی: ج17، ص210، باب ان البدنۃ عن سبعۃ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے بکری ایک آدمی کی طرف سے ہوتی ہے۔

غیر مقلدین کا موقف:

بکری میں سارے گھر والے شریک ہو سکتے ہیں۔ (الحدیث: شمارہ55 ص55)

دلیل1:

عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ يَقُولُ: سَأَلْتُ أَبَا أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيَّ كَيْفَ كَانَتْ الضَّحَايَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ الرَّجُلُ يُضَحِّي بِالشَّاةِ عَنْهُ وَعَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ فَيَأْكُلُونَ وَيُطْعِمُونَ حَتَّى تَبَاهَى النَّاسُ فَصَارَتْ كَمَا تَرَى.

(جامع الترمذی: ج1ص276 باب ماجاء ان الشاۃ الواحدۃ تجزی عن اھل البیت)

ترجمہ: عطاء بن یسار فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں قربانی کیسے ہوتی تھی؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: آدمی اپنی جانب سے اور اپنے گھر والوں کی جانب سے ایک بکری ذبح کیا کرتا تھا، پھر

سارے گھر والے اسے کھاتے تھے اور (دوسروں کو بھی) کھلاتے تھے، یہاں تک کہ لوگ دِکھاوے اور فخر میں مبتلا ہو گئے اور وہ کچھ ہونے لگا جو تم دیکھ رہے ہو۔

دلیل نمبر 2:

عَنْ أَبِي سَرِيحَةَ الْغِفَارِيِّ حُذَيْفَةَ بْنِ أَسِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ ... كَانَ أَهْلُ الْبَيْتِ يُضَحُّوْنَ بِالشَّاةِ فَالْآنَ يُبَخِّلُنَا جِيرَانُنَا

السنن الکبری بیہقی باب الرَّجُلِ يُضَحِّيْ عَنْ نَفْسِهٖ وَعَنْ أَهْلِ بَيْتِهٖ

ترجمہ: حضرت ابو سریحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پہلے ایک گھر والے ایک یا دو بکریوں کی قربانی کیا کرتے تھے اب حالت یہ ہے کہ ایسا کرنے پر ہمارے پڑوسی ہمیں بخیل کہتے ہیں۔

جواب نمبر 1

مراد اشتراک فی اللحم ہے یعنی ذبح تو ایک آدمی کرتا تھا جس پر قربانی واجب ہوتی تھی اور اس کا گوشت سارے گھر والے کھاتے تھے۔

[1]: امام محمد بن حسن الشیبانی (ت 189ھ) فرماتے ہیں:

كَانَ الرَّجُلُ يَكُوْنُ مُحْتَاجًا فَيَذْبَحُ الشَّاةَ الْوَاحِدَةَ يُضَحِّي بِهَا عَنْ نَفْسِه فَيَأْكُلُ وَيُطْعِمُ أَهْلَهُ فَأَمَّا شَاةٌ وَاحِدَةٌ تُذْبَحُ عَنِ اثْنَيْنِ أَوْ ثَلَاثَة أُضْحِيَة فَهٰذِهٖ لَا تُجْزِئُ وَلَا يَجُوْزُ شَاةٌ إِلَّا عَنِ الْوَاحِدِ.

(مؤطا الامام محمد: ص 282 باب مایجزئ من الضحایا عن اکثر من واحد)

ترجمہ: ایک شخص محتاج ہوتا تھا تو ایک ہی بکری ذبح کرتا، قربانی تو اپنی طرف سے کرتا لیکن کھانے میں اپنے ساتھ گھر والوں کو بھی شریک کرتا تھا۔ جہاں تک ایک بکری کا معاملہ ہے تو وہ دو یا تین آدمیوں کی طرف سے کفایت نہیں کرتی بلکہ صرف ایک شخص کی طرف سے ہی ہوتی ہے۔

[2]: علامہ عبد الحئی لکھنوی (ت 1204ھ) لکھتے ہیں:

أنهُ مَحْمُوْلٌ عَلىٰ مَا إِذَا كَانَ الرَّجُلُ مُحْتَاجاً إِلَى اللَّحْمِ أَوْ فَقِيراً لَا يَجِبُ عَلَيْهِ الْأُضْحِيَة فَيَذْبَحُ الشاةَ الواحدةَ عن نَفْسِه وَيُطْعِمُ اللَّحْمَ أَهلَ بيتِه أو يُشْرِكهم في الثَّواب فذٰلِك جائِز فأَما الْإِشْتِرَاكُ فِي الشَّاةِ الْوَاحِدَةِ فِي الْأُضْحِيَةِ الْوَاجِبَةِ فَلَا.

(التعلیق الممجد علی مؤطا الامام محمد: ص 282 باب مایجزئ من الضحایا عن اکثر من واحد)

ترجمہ: اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص کو گوشت کی ضرورت ہوتی یا وہ فقیر ہوتا اور قربانی اس پر واجب نہیں ہوتی تو وہ اپنی طرف سے ایک بکری ذبح کرتا اور اپنے گھر والوں کو گوشت کھلاتا یا (فقیر ہونے کی صورت میں) گھر والوں کو ثواب میں شریک کرتا اور یہ جائز ہے۔ باقی رہا واجب قربانی کی صورت میں ایک بکری میں اشتراک تو یہ جائز نہیں۔

[3]: علامہ ظفر احمد عثمانی (ت 1396ھ) فرماتے ہیں:

وامَّا قَوْلُ ابِي ايُّوبَ الانصاری: كان الرجلُ في عَهْدِ النَّبِيِّ صلى الله عليه يُضَحِّي بالشَّاةِ عنهُ وعنْ اهْلِ بَيْتِه حَتّٰى تَباهَى النَاس وقولُ ابِي سَرِيحَةَ: كَانَ اهلُ الْبَيْتِ يُضَحُّوْنَ بِالشَّاة والشَّاتَيْنِ والآن يبخلنا جِيرانُنا. فهو حُجَّةٌ لنا لا عَلَيْنا، فانالانَقُوْلُ بِوُجُوْبِ الْأُضْحِيَةِ عَلَى الْمُوْسِرِ عَنْ اَوْلَادِهٖ، ولَاعن زَوْجَتِه، وانَّمَا عَلَيْه ان يُضَحِّي عَنْ نَفْسِه. وهٰذَا هُوَمُرَادُ ابِي ايُّوب وابى سَرِيحة انَّ الْاَغْنِيَاءَ الْمَيَاسِير لَمْ يَكُوْنُوْا يُضَحُّوْنَ عَنْ اَوْلَادِهِمُ الصِّغَارِ، وَلَاعَنْ اهْلِ بَيْتِهِمْ حَتّٰى تَباهى الناس، وَلِاَجْلِ ذٰلِكَ قَالَ اُبُوسَرِيحَة: كَانَ اهلُ البيتِ يُضَحُّوْنَ بِالشَّاةِ وَالشَّاتَيْنِ وَلَوْ كَانَ ذٰلِكَ لِلْاِشْتِرَاكِ لَمْ يَكُنْ حَاجَةٌ اِلىٰ اَزْيَدَ مِنْ شاة اصلاً، ولٰكِن الْيَسَارُ اِنَّمَا كَانَ لِقَيِّمِ الْبَيْتِ، ولَايَكُوْن لِاَهْلِ الْبَيْتِ الْاَقيّم وَاحِد، اَوَاثْنَانِ غَالِباً، فَلِاَجْلِ ذٰلِكَ كَانَ اَهْلُ الْبَيْتِ يُضَحُّوْنَ بِالشَّاةِ وَالشَّاتَيْنِ وَلَمْ يَكُوْنُوْا يُضَحُّوْنَ عَنِ الصِّغَارِ وَلَاعَنِ الْكِبَارِ الْفُقَرَاءِ حَتّٰى تَبَاهُوا بِذٰلِكَ، فَلَادَلِيْلَ فِيْهِ عَلٰى اَجْزَاءِ الشَّاةِ عَنْ اهلِ

البیتِ کلھم اذا کَانُوْا اَغْنِیَاءَ فَافْھَمْ.

(اعلاء السنن: ج17 ص211)

ترجمہ: جہاں تک حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے فرمان کہ "ایک آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک بکری اپنے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ذبح کرتا تھا یہاں تک کہ لوگوں نے فخر کرنا شروع کر دیا" اور ابو سریحہ کے فرمان کہ "گھر والے ایک یا دو بکریاں ذبح کرتے تھے اور اب اپنے پڑوسیوں کی طرف سے بھی بخل کے طعنے ملتے ہیں" کی بات ہے تو یہ ہماری دلیلیں ہیں، ہمارے خلاف نہیں ہیں کیونکہ ہم یہ نہیں کہتے کہ مال دار پر اپنی اولاد اور اپنی بیوی کی طرف سے بھی قربانی واجب ہے بلکہ (ہمارا دعویٰ ہے کہ) اس پر صرف اپنی طرف سے قربانی کرنا واجب ہے اور یہی ابوایوب انصاری اور ابو سریحہ کی مراد ہے کہ مال دار آدمی اپنی چھوٹی اولاد کی طرف سے قربانی نہیں کرتا تھا اور نہ ہی اپنے گھر والوں کی طرف سے کرتا تھا حتی کہ لوگوں نے فخر کرنا شروع کر دیا۔ اسی وجہ سے تو ابو سریحہ نے کہا کہ "ایک گھر والے ایک یا دو بکریاں ذبح کرتے تھے"۔ اگر یہ بات مشترک قربانی کے لئے ہوتی تو ایک بکری سے زیادہ ذبح کرنے کی کوئی ضرورت نہیں (کیونکہ اس صورت میں ایک بکری کفایت کر جاتی) لیکن مالدار تو صرف گھر کا سربراہ ہوتا ہے۔ اس وقت چونکہ گھر کے سربراہ ایک یا دو ہوتے تھے اسی وجہ سے گھر والے ایک یا دو بکریوں کی قربانی کرتے تھے اور وہ اپنے چھوٹوں اور بڑے فقراء کی طرف سے قربانی نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ لوگ اس میں فخر کرنے لگے۔ تو اس صورت میں ایک بکری کے پورے گھر والوں کی طرف سے کافی ہونے پر کوئی دلیل نہیں جبکہ سارے گھر والے مال دار ہوں۔ خوب سمجھ لو۔

یہ ایسے ہے جیسے ایک گھرانے میں ایک آدمی نے قربانی کی ہوتی ہے اور ہمارے عرف میں کہہ دیا جاتا ہے کہ "فلاں گھرانے نے قربانی کی ہے" تو پورے گھر کی طرف نسبت کرنا عرف کے اعتبار سے ہے نہ کہ ایک بکری کے گھرانے کی طرف سے کفایت کرنے کے اعتبار سے۔ اس پر قرائن یہ ہیں:

۱: اھل بیت میں تو نابالغ بچے بھی شامل ہیں جن پر قربانی واجب نہیں ہوتی۔

۲: بیوی بھی اگر صاحب نصاب ہو تو اس پر زکوۃ الگ سے فرض ہوتی ہے، جو دلیل ہے کہ ایک کا فرض دوسرے کی طرف سے کفایت نہیں کرتا یہی حال گھر میں موجود بالغ بیٹوں اور بیٹیوں کا ہے۔

۳: گائے اور اونٹ میں سات افراد کی شرکت سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک بکری ایک فرد کی طرف سے ہی کفایت کرتی ہے تو جس طرح بڑے جانور میں ساتواں حصہ ایک کی جانب سے ہوتا ہے اس طرح ایک بکری ایک ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔

۴: خود اس روایت میں ذبح کے بعد "یاکلون" کہنا بھی اس بات کا قرینہ ہے کہ صحابی کی مراد اشتراک سے مراد اشتراک فی اکل ہے نہ کہ اشتراک فی اداء الواجب۔

جواب نمبر2

اس سے مراد نفلی قربانی ہے۔ نفلی قربانی انسان اپنی طرف سے کرتا ہے لیکن ثواب میں دوسروں کو شریک کرتا ہے جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفلی قربانی میں امت کو شریک کیا ہے۔

مُحَمَّدٌ قال أَخْبَرَنَا أبو حَنِيْفَةَ قال حَدَّثَنَا الهَيْثَمُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَابِطٍ أن النَّبی صلی الله علیه وسلّم ضَحّٰی بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ، ذَبَحَ احَدَهُمَا عَنْ نَفْسِهٖ و الْآخَرَ عَمَّنْ قَالَ: لا اله الا الله محمد رسول الله.

(کتاب الآثار بروایت محمد: ص175 باب الاضحیۃ، رقم الحدیث790)

ترجمہ: عبد الرحمٰن بن سابط سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو موٹے تازے مینڈھے ذبح کیے، ایک اپنی جانب سے اور دوسرا اس

شخص کی جانب سے جس نے "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پڑھا ہو۔

امام بدر الدین محمود بن احمد بن موسیٰ العینی رحمہ اللہ ت 855ھ لکھتے ہیں:

وأَمَّا مَارُوِيَ أنهُ صلَّى اللهُ عَلَيْهِ وسلَّمِ ضَحىّ بِشَاة عَنْ أُمَّتِه فَإنَّمَا كَانَتْ تَطوُّعاً.

(عمدۃ القاری: ج7ص287 کتاب الحج. باب فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بکری امت کی طرف سے ذبح کی تھی تو یہ نفلی قربانی تھی۔

مولانا خلیل احمد سہارنپوری (ت 1346ھ) لکھتے ہیں: أنَّهُ عليه الصلوة والسلام إنَّمَا فَعَلَ ذٰلِكَ لِأَجْلِ الثَّوَابِ وهُوَ أنَّهُ جَعَلَ ثَوَابَ تَضْحِيَة بِشَاة واحِدَة لِأُمَّتِه لَا لِلْإجزاء وَسُقُوطِ التَّعَبُّدِ عَنْهُمْ.

(بذل المجہود: ج4ص76 کتاب الضحایا. باب فی الشاۃ یضحی بھا عن جماعۃ)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ نے جو قربانی کی تھی وہ ثواب کے لئے کی تھی اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے ایک بکری کا ثواب امت کو پہنچایا تھا ایسا نہیں تھا کہ ان کی طرف سے قربانی کی کفایت اور ان سے فریضہ کی ادائیگی کے لئے کی تھی۔

فائدہ نمبر 1: عبد الرحمٰن بن سابط کی مذکورہ روایت (کتاب الآثار) میں مکمل کلمہ کا ثبوت بھی ہے۔

فائدہ نمبر 2: اھل السنۃ والجماعۃ کے ہاں شرکاء کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔

امام ابو الحسن فخر الدین حسن بن منصور بن عبد العزیز المعروف قاضی خان ت 592ھ فرماتے ہیں:

وَلَوِ اشْتَرَكَ سَبْعَة فِيْ بَدَنَة وَوَاحِد مِنْهُمْ مُشْرِك كَانَ الْكُلُّ لَحْماً.

(فتاوی قاضی خان ج3ص209)

ترجمہ: اگر سات آدمی ایک بڑے جانور میں شریک ہوئے اور ان میں سے ایک مشرک تھا تو یہ محض گوشت ہی ہے (قربانی نہیں)

وَلَوْ كَانَ أَحَدُ الشُّرَكَاءِ ذِمِّيًّا كِتَابِيًّا أو غير كِتَابِيٍّ وهو يُرِيدُ اللَّحْمَ أو يُرِيدُ الْقُرْبَةَ فى دِينِه لم يُجْزِئْهُمْ عِنْدَنَا.

(فتاویٰ عالمگیری: ج5ص304)

ترجمہ: اگر شرکاء میں سے ایک ذمی ہو؛ چاہے کتابی ہو یا غیر کتابی اور اس شریک کی نیت گوشت کھانے کی ہو یا وہ اپنے دین کے مطابق اس سے قربت (عبادت) کا ارادہ رکھتا ہو تو ہمارے ہاں کسی کی بھی قربانی نہیں ہو گی۔

نوٹ: غیر مقلدین کے نزدیک مشرک وکافر بھی قربانی میں شریک ہو سکتا ہے۔

"سوال: قربانی کی گائے کے حصص میں کیا کوئی بریلوی شریک ہو سکتا ہے؟ جبکہ اس کا عقیدہ شرکیہ ہے اگر اس کی شرکت جائز ہو تو مرزائی کے متعلق کیا خیال ہے؟"

جواب: گائے وغیرہ کی قربانی کے حصص میں بریلوی عقیدہ کا شخص شامل ہو سکتا ہے اس میں بظاہر کوئی قباحت نظر نہیں آتی کیونکہ اس کے عقیدے کی خرابی باقی شرکاء کے حصص کی حلت پر اثر انداز نہیں ہو سکتی جبکہ وہ بھی قربانی سنت یا واجب سمجھ کر کرتا ہے کسی حدیث میں یہ صراحت نہیں ملتی کہ منافقین مدینہ کو مسلمانوں کی قربانی میں شریک نہ کیا گیا ہو جب منافقین کی شرکت ہو سکتی ہے تو بریلوی عقیدہ ان سے بدتر نہیں ہے۔ باقی رہی مرزائی کی شرکت تو اس کے متعلق بھی حرام کا فتویٰ نہیں لگا سکتے بہر حال اگرچہ مرزائی کتاب وسنت کی رو سے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں مگر اس کا کفر اس کے اپنے حصے کے لئے خرابی کا سبب بن سکتا ہے باقی لوگوں کے حصوں پر اس کا کفر خارج نہیں ہو سکتا۔

(فتاویٰ علماء حدیث: ج13ص89)

6: قربانی کا وقت

قربانی کا وقت شہر والوں کے لیے نماز عید ادا کرنے کے بعد اور دیہات والوں کے لیے جن پر نماز جمعہ فرض نہیں، صبح صادق سے شروع ہو جاتا ہے لیکن سورج طلوع ہونے کے بعد ذبح کرنا بہتر ہے۔ (فتاویٰ قاضیخان)

عَنِ الْبَرَاءِ بنِ عازب قال سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فَقَالَ: إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ مِنْ يَوْمِنَا هٰذَا أَنْ نُّصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ وَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ نَحَرَ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ يُقَدِّمُهُ لِأَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ.

(صحیح البخاری: ج2، ص834 کتاب الاضاحی باب الذبح بعد الصلوٰۃ)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ہمارے اس عید کے دن میں سب سے پہلا کام یہ ہے ہم نماز پڑھیں پھر واپس آکر قربانی کریں جس نے ہمارے اس طریقہ پر عمل کیا یعنی عید کے بعد قربانی کی تو اس نے ہمارے طریقے کے مطابق درست کام کیا اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کر دی تو وہ ایک گوشت ہے جو اس نے اپنے گھر والوں کے لیے تیار کیا ہے اس کا قربانی سے کوئی تعلق نہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عید سے پہلے قربانی کرنے سے منع فرمایا ہے، دیہات میں چونکہ نماز عید کا حکم نہیں ہے، اس لئے وہاں اس شرط کا وجود ہی نہیں تو ان کے لیے یہ حکم نہ ہو گا۔ وہاں قربانی کے وقت کا شروع ہونا ہی کافی ہو گا اور اس کا آغاز طلوع فجر سے ہو جاتا ہے۔

7: قربانی کے دن

اھل السنۃ والجماعۃ کا موقف:

قربانی کے تین دن ہیں: 12.11.10 ذوالحجہ۔

علامہ علاء الدین ابو بکر بن مسعود بن احمد الکاسانی ت 587ھ فرماتے ہیں:

وَأَيَّامُ النَّحْرِ ثَلَاثَةٌ: يَوْمُ الْأَضْحَى - وَهُوَ الْيَوْمُ الْعَاشِرُ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ - وَالْحَادِيَ عَشَرَ، وَالثَّانِيَ عَشَرَ وَذٰلِكَ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ مِنَ الْيَوْمِ الْأَوَّلِ إِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ مِنَ الثَّانِي عَشَرَ.

(بدائع الصنائع: ج4 ص198 کتاب الاضحیۃ، فصل: واما وقت الوجوب)

ترجمہ: قربانی کے تین دن ہیں: یوم الاضحیٰ یعنی دس ذوالحجہ کا دن، گیارہ ذوالحجہ اور بارہ ذوالحجہ کا دن۔

دلائل:

دلیل نمبر 1:

لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ" (الحج: 28)

ترجمہ: تاکہ اپنے فوائد کیلئے آموجود ہوں اور ایام مقررہ میں ان مخصوص چوپائیوں پر اللہ کا نام لیں۔

"قَالَ عَبْدُاللهِ ابنُ عمرَ رضی اللہ عنہما الْمَعْلُوْمَاتُ يَوْمُ النَّحْرِ وَيَوْمَانِ بَعْدَهُ"

(تفسیر ابن ابی حاتم الرازی لابی محمد عبد الرحمن بن محمد الرازی ت 327ھ: ج6، ص261)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایام معلومات سے مراد یوم نحر (10 ذوالحجہ) اور اس کے بعد دو دن ہیں۔

ضابطہ:

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد الحاکم (ت 405ھ) فرماتے ہیں:

«لِيَعْلَمَ طَالِبُ هَذَا الْعِلْمِ أَنَّ تَفْسِيرَ الصَّحَابِيِّ الَّذِي شَهِدَ الْوَحْيَ وَالتَّنْزِيلَ عِنْدَ الشَّيْخَيْنِ حَدِيثٌ مُسْنَدٌ»

(المستدرک للحاکم: ج2 ص283 سورۃ الفاتحۃ)

ترجمہ: طالبِ علم کو یہ بات جاننی چاہیے کہ وہ صحابی جو وحی کے وقت موجود ہو اور نزولِ قرآن کے وقت حاضر ہو اس کی بیان کردہ تفسیر امام بخاری اور مسلم رحمہما اللہ کے نزدیک حدیث مسند کے حکم میں ہوتی ہے۔

دلیل نمبر 2:

"عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ ضَحَّى مِنْكُمْ فَلَا يُصْبِحَنَّ بَعْدَ ثَالِثَةٍ وَبَقِيَ فِي بَيْتِهِ مِنْهُ شَيْءٌ"

(صحیح البخاری: ج2، ص835، باب مایؤکل من لحوم الاضاحی)

ترجمہ: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں جو شخص قربانی کرے تو تیسرے دن کے بعد اس کے گھر میں قربانی کے گوشت میں سے کچھ نہ رہنا چاہئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قربانی کے دن تین ہی ہیں، اس لئے کہ جب چوتھے دن قربانی کا بچا ہوا گوشت رکھنے کی اجازت نہیں تو پورا جانور ذبح کرنے کی اجازت کہاں سے ہو گی؟

فائدہ:

تین دن کے بعد قربانی کا گوشت رکھنے کی ممانعت ابتدائے اسلام میں تھی، بعد میں اجازت دی گئی کہ اسے تین دن کے بعد بھی رکھا جاسکتا ہے۔

عَنْ قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُلُوا الْأَضَاحِيَّ وَادَّخِرُوا.

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ج4 ص259 کتاب الاضاحی حدیث نمبر 7569)

ترجمہ: حضرت قتادہ بن نعمان سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قربانی کا گوشت کھاؤ اور اس کو ذخیرہ بھی کر سکتے ہو۔

فائدہ:

اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ "جب تین کے بعد گوشت رکھنے کی اجازت مل گئی تو تین دن کے بعد بھی قربانی کی جاسکتی ہے" اس لیے کہ گوشت تو سارا سال بھی رکھا جاسکتا ہے تو کیا قربانی کی اجازت سارا سال ہو گی، ہر گز نہیں۔ تین دن کے بعد قربانی کی اجازت نہ پہلے تھی اور نہ اب ہے۔

دلیل نمبر 3:

قال علی رضی اللہ عنہ اَلنَّحْرُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ.

(احکام القرآن لابی جعفر احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی ت 321ھ: ج2 ص205، موطا امام مالک ص 497، کتاب الضحایا)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قربانی کے دن تین ہیں۔

دلیل نمبر 4:

"عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما اَلنَّحْرُ یَوْمَانِ بَعْدَ یَوْمِ النَّحْرِ وَاَفْضَلُھَا یَوْمُ النَّحْرِ"

(احکام القرآن لابی جعفر احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی ت 321ھ: ج2ص205)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قربانی کے دن (دس ذوالحجہ) اور اس کے بعد کے دو دن ہیں، البتہ یوم النحر (دس ذوالحجہ) کو قربانی کرنا افضل ہے۔

فائدہ:

زبیر علی زئی صاحب غیر مقلد نے اپنے شمارہ الحدیث: شمارہ نمبر 44 میں توضیح الاحکام کے تحت "قربانی کی تین دن ہیں" کے نام سے ایک مضمون لکھا جس میں "ہفت روزہ اہلِ حدیث" کے ایک لکھاری عبد الستار حماد غیر مقلد کے اس موقف کو کہ قربانی کے چار دن ہیں، غلط ثابت کیا، اس کے دلائل کا تانا بانا ایک کیا اور آخر میں لکھا: قربانی کے تین دن (عید الاضحیٰ اور دو دن بعد) ہیں، ہماری تحقیق میں یہی راجح ہے اور امام مالک وغیرہ نے بھی اسے ہی ترجیح دی ہے۔(الحدیث: شمارہ نمبر 44ص 11)

لطیفہ: تین دن کا قول جس طرح امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اسی طرح امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے لیکن علی زئی صاحب نے اس کو ذکر کرنا گوارا نہ کیا کیونکہ اس سے ان کی موافقت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت ہوتی ہے۔

غیر مقلدین کا موقف:

قربانی چار دن ہے۔ یعنی دس، گیارہ، بارہ اور تیرہ ذوالحجہ۔

مولوی مبشر احمد ربانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

قربانی کا وقت نماز عید کے بعد شروع ہوتا ہے اور 13 ذوالحجہ کو غروب آفتاب تک رہتا ہے۔

آپ کے مسائل کا حل ج2: ص316

دلیل:

رَوَاہُ مُعَاوِیَۃُ بْنُ یَحْیَی الصَّدَفِیُّ عَنِ الزُّھْرِیِّ عَنْ سَعِیدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ مَرَّۃً عَنْ أَبِي سَعِیدٍ وَمَرَّۃً عَنْ أَبِي ھُرَیْرَۃَ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْھُمَا عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَیَّامُ التَّشْرِیقِ کُلُّھَا ذَبْحٌ.

(السنن الکبریٰ لامام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی ت 458ھ: باب من قال الأضحیٰ جائز یوم النحر: 19717)

ترجمہ: حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایام تشریق سارے کے سارے ذبح کے ہیں۔

13 ذوالحج چونکہ ایام تشریق میں شامل ہے معلوم ہوا قربانی کے دن چار ہیں۔

جواب 1:

اس کی سند میں ایک راوی "معاویہ بن یحیی الصدفی" ہے جو کہ مجروح ہے:

امام یحیی بن معین رحمہ اللہ ت 233ھ فرماتے ہیں:

معاویۃ بن یحیی الصَّدَفِیّ لاشی. [معاویہ بن یحییٰ صدفی کی حدیث میں کچھ حیثیت نہیں]

امام ابو زرعہ الرازی رحمہ اللہ ت 264ھ فرماتے ہیں:

لیس بقوی. [یہ حدیث میں قوی نہیں ہے]

امام ابو محمد عبد الرحمن بن محمد بن إدريس بن مهران المعروف ابن ابی حاتم الرازي رحمہ اللہ ت 327ھ فرماتے ہیں:
احادیثُه کلُّها مقلُوبۃٌ- [اس کی بیان کردہ احادیث میں تبدیلیاں ہوتی ہیں]

(الجرح والتعدیل: ج8ص384)

علامہ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمہ اللہ ت 748ھ فرماتے ہیں:
ضَعَّفُوْہ [محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے]

(الکاشف: ج2ص277)ا

جواب 2:

امام ابو محمد عبد الرحمن بن محمد بن إدريس بن مهران المعروف ابن ابی حاتم الرازي رحمہ اللہ ت 327ھ نے یہ طریق نقل فرمایا:
معاویۃ بن یحیی الصّدفی عن الزهری عن سعید بن المسیب عن ابی سعید الخدری
اور اپنے والد امام محمد بن ادریس المعروف ابو حاتم الرازی ت 277ھ کا فیصلہ نقل کیا:
ھذا حدیث کِذْب بھذا الاسناد۔ [یہ حدیث اس سند کے ساتھ جھوٹی ہے]

(علل الحدیث لابن ابی حاتم الرازی: ج1ص326)

اور ایک مقام پر یہ نقل کیا:
ھذا حدیث موضوع عندی۔ [میرے نزدیک یہ حدیث موضوع ہے]

(علل الحدیث لابن ابی حاتم الرازی: ج1ص569)

تنبیہ:

مشہور غیر مقلد عالم زبیر علی زئی نے بھی چار دن قربانی کی روایات کو ضعیف تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے۔
”ایام تشریق میں ذبح والی روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف ہے“

فتاوی علمیہ ج2ص179

ایک اور مقام پہ لکھا:
”صحابہ کرام میں سے کسی ایک صحابی سے بھی باسند صحیح یا حسن لذاتہ یہ ثابت نہیں کہ قربانی کے چار دن ہیں“

مقالات ج4ص340

جواب نمبر 3:

اس طرح کی جتنی بھی روایات ہیں ان میں روات ضعیف ہیں اور روایت ایسی نقل کر رہے ہیں جو ثقات کے مخالف ہے۔
اس لئے کہ صحیح احادیث مبارکہ میں ایام تشریق کو کھانے، پینے اور جماع کے ایام فرمایا گیا نہ کہ ذبح اور قربانی کے۔
1: عَنْ نُبَيْشَةَ الْهُذَلِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَّامُ التَّشْرِيْقِ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ
صحیح مسلم باب تحریم صوم أیام التشریق
ترجمہ: حضرت نبیشہ ھذلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایام تشریق کھانے اور پینے کے ہیں۔

2: عن عُقْبَةَ بنِ عامر :قال قال رسول الله صلی الله علیه و سلم یَوْمُ عَرَفَةَ ویَوْم النَّحْر وأَيَّام التَّشْرِيْقِ عِيْدُنَا أهل الإسْلام وهِيَ أَيَّامُ أكْل وشُرب۔

سنن الترمذی باب ما جاء فی کراھیة الصوم فی أیام التشریق

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عرفہ کا دن، قربانی کا دن اور ایام تشریق اہل اسلام کی عید کے دن اور کھانے پینے کے دن ہیں۔

3:عن بِشْرِ بنِ سُحَيْم أن رسولَ اللهِصلیّ اللهُ علَيْهِ و سلَّم خَطَبَ أيَّامَ التَّشْرِيْقِ فَقَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إلَّا نفس مُسْلِمَة وإنَّ هٰذِهِ الْأيَّام أيَّامُ أكْل وشُرب

سنن ابن ماجہ باب ما جاء فی النہی عن صیام أیام التشریق

ترجمہ: حضرت بشر بن سُحَیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام تشریق میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: جنت میں صرف مسلمان ہی جائیں گے۔ یہ دن کھانے اور پینے کے دن ہیں۔

4:عَن زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ, رَضِيَ اللهُ عَنْهُ, قَالَ : أَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وسَلَّم رَجُلاً يُنَادِي أَيَّامَ التَّشْرِيقِ : أَلاَ إِنَّ هَذِهِ الأَيَّامَ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ وَنِكَاحٍ

اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرۃ لامام احمد بن ابی بکر بن اسماعیل البوصیری ت840ھ باب النہی عن صوم أیام التشریق

ترجمہ: حضرت زید بن خالد رضی اللہ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام تشریق میں ایک صحابی کو حکم فرمایا کہ لوگوں اعلان کرو: سنو؛ یہ دن کھانے، پینے اور ہمبستری کرنے کے ہیں۔

اشکال:

اگر تیرہ ذی الحج قربانی کا دن نہیں تو پھر اس میں روزہ رکھنا جائز کیوں نہیں؟

جواب:

عقل کا تقاضا یہ ہے کہ تیرہ ذی الحج کو روزہ جائز ہونا چاہئے اس لئے کہ وہ قربانی کا دن نہیں مگر ہم نے عقل کو حدیث پاک کی وجہ سے چھوڑ دیا۔

عَنْ سَعْدِبْنِ ابی وقاص قَالَ: أَمَرَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أُنَادِيَ أَيَّامَ مِنًى , أَنَّهَا أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ وَبِعَالٍ, فَلَا صَوْمَ فِيهَا " يَعْنِي أَيَّامَ التَّشْرِيقِ

شرح معانی الآثار لابی جعفر احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی ت 321ھ بَابُ الْمُتَمَتِّعِ الَّذِي لَا يَجِدُ هَدْيًا وَلَا يَصُومُ فِي الْعَشْرِ

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ کے دنوں میں حکم فرمایا کہ میں لوگوں میں اعلان کروں: کہ ایام تشریق کھانے، پینے اور جماع کے دن ہیں اس لئے ان دنوں میں روزہ نہیں رکھنا۔

8: شرائط وجوب قربانی

جس مرد و عورت میں قربانی کے دنوں میں چار باتیں پائی جاتی ہوں اس پر قربانی واجب ہے۔ 1: مسلمان ہو، 2: آزاد ہو، 3: صاحب نصاب ہو، 4: مقیم ہو۔

(1) مسلمان ہو۔

علامہ علاء الدین ابو بکر بن مسعود بن احمد الکاسانی ت 587ھ فرماتے ہیں:

لِاَنَّهَا قُرْبَةٌ وَالْكَافِرُ لَيْسَ مِنْ اَهْلِ الْقُرَبِ.

(بدائع الصنائع: ج4، ص195)

ترجمہ: قربانی عبادت ہے اور کافر عبادت کا اہل نہیں۔

(2) آزاد ہو۔

علامہ زین الدین بن ابراھیم بن محمد المعروف ابن نجیم رحمہ اللہ ت 970ھ فرماتے ہیں:

لِاَنَّ الْعَبْدَ لَا يَمْلِكُ.

(البحر الرائق: ج2، ص: 271)

ترجمہ: قربانی غلام پر واجب نہیں کیوں کہ وہ کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا۔

(3) صاحب نصاب ہو۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینی رحمہ اللہ ت 273ھ نقل کرتے ہیں:

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا.

(سنن ابن ماجہ: ص226، باب الاضاحی ھی واجبۃ ام لا)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو وسعت ہو اس کے باوجود قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ میں نہ آئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قربانی کے لیے صاحب وسعت ہونا ضروری ہے جسے "صاحب نصاب" سے تعبیر کیا جاتا ہے اور وسعت کی تفسیر بھی ضروری ہے وگرنہ ہر شخص وسعت کی تفسیر خود کرے گا جس سے فتنہ کا دروازہ کھلے گا۔ (اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے)

(4) مقیم ہو، مسافر پر قربانی واجب نہیں۔

حافظ ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم ت 456ھ نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ لَيْسَ عَلَى الْمُسَافِرِ اُضْحِيَّةٌ. (المحلی بالآثار لابن حزم: ج6، ص37، مسئلہ نمبر 979)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مسافر پر قربانی واجب نہیں۔

9: قربانی کا نصاب

اگر کسی شخص کی ملکیت میں صرف ساڑھے سات تولے سونا (87.48 گرام) موجود ہو (خواہ جس شکل میں ہو مثلاً زیورات، ڈلی، آرائشی سامان، سکے وغیرہ) تو اس شخص پر قربانی واجب ہے۔ اسی طرح اگر کسی کی ملکیت میں صرف ساڑھے باون تولہ چاندی (612.36 گرام) موجود ہو (خواہ جس شکل میں ہو مثلاً زیورات، ڈلی، آرائشی سامان، سکے وغیرہ) تو اس پر بھی قربانی واجب ہے لیکن اگر کسی کی ملکیت میں سونا یا چاندی بالکل نہ ہو یا ہو لیکن مذکورہ مقدار سے کم ہو تو اب اگر اس کی ملکیت میں کچھ سونا، کچھ چاندی، نقدی، مالِ تجارت اور گھر کا زائد از ضرورت سامان موجود ہو یا ان میں سے بعض موجود ہوں تو ان کی مجموعی قیمت کے لیے معیار کس نصاب کو بنایا جائے کہ اگر اس مجموعہ کی قیمت اس نصاب کے برابر ہو تو اس صاحبِ ملکیت شخص پر قربانی کو واجب قرار دیا جائے۔

چونکہ شروع میں دونوں نصابوں کی مالیت تقریباً برابر تھی تو فقہائے کرام مالک کو اختیار دیتے تھے کہ دونوں میں سے جس کو چاہے نصاب مقرر کر لے لیکن بعد ازاں مشائخ حنفیہ نے اس کی تشریح میں فرمایا کہ جو نصاب پہلے پورا ہو جائے اسے معیار بنایا جائے گا کیونکہ اس میں فقراء و مساکین کا فائدہ زیادہ ہے۔ زمانہ ماضی قریب سے تاحال محققین علمائے امت ان چیزوں کے مجموعہ کی مالیت کے لیے معیار ساڑھے باون تولہ چاندی ہی کو بتاتے رہے ہیں اور امت اسی معیار کے مطابق قربانی کرتی چلی آرہی ہے کیونکہ چاندی کا نصاب پہلے پورا ہو جاتا تھا۔

موجودہ دور میں چاندی کی مارکیٹ ویلیو بہت بری طرح گر گئی ہے۔ عالمی مارکیٹ میں تجارت کے لیے معیاری کرنسی اب سونا ہی قرار پا چکا ہے جبکہ چاندی میں لوگوں کی رغبت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہو چکی ہے جس کی وجہ سے اس کی مالیت بری طرح متاثر ہوئی ہے۔ اب معاشرے میں وہ لوگ جو مالی طور پر پسماندہ اور غریب سمجھے جاتے ہیں ان کے پاس بھی ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے بقدر مذکورہ اموال موجود ہوتے ہیں جس کی وجہ سے یہ لوگ قربانی کے لیے "صاحب نصاب" سمجھے جاتے ہیں۔ اگر مذکورہ نصاب کے مطابق ان پر قربانی واجب قرار دی جائے تو یہ لوگ سخت تنگی اور حرج میں مبتلا ہوتے ہیں حتی کہ بیشتر افراد کو قربانی کے لیے اپنے مال کا تہائی اور بعض ممالک میں نصف حصہ بھی خرچ کرنا پڑتا ہے جس سے حرج کا تحقق واضح ہے۔

امت کے اس پسماندہ اور غریب طبقے سے تنگی و حرج دور کرنے کے لیے علمی حلقوں میں اس پر تحقیق و تفتیش کا سلسلہ جاری رہا ہے اور اب بھی ہے۔ کئی اہلِ علم حضرات کی تحقیقات و آراء اور اربابِ دار الافتاء کا رجحان اس موقف کی طرف ہے کہ عصر حاضر میں چاندی کی مارکیٹ ویلیو بہت زیادہ گر گئی ہے اس لیے اگر آج بھی چاندی کے نصاب کو قربانی کے لیے معیار قرار دیا جائے تو امت تنگی و حرج میں مبتلا رہے گی۔ اس لیے ان حضرات نے اب قربانی کے لیے چاندی کے بجائے سونے کے نصاب کو معیار قرار دیا ہے۔ کافی غور و خوض اور معاشرہ میں اس حرج کے عمومی مشاہدہ کے ساتھ ساتھ ذمہ دار؛ ارباب افتاء اور محقق حضرات کے مقالات کے پیشِ نظر **ہماری رائے بھی یہی ہے کہ اب قربانی کے لیے سونے کے نصاب کو ہی معیار قرار دیا جائے۔**

ضمّ نصاب، اموالِ تجارت، کرنسی اور زائد از ضرورت سامان میں چاندی کے بجائے سونے کے نصاب کو معیار بنانے کے لیے جو وجوہاتِ ترجیح ہمارے پیشِ نظر ہیں اور چاندی کو معیارِ نصاب قرار دیے جانے کی صورت میں جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، ذیل میں ان کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔ ساتھ ساتھ ان خدشات کا بھی جائزہ لیا جا رہا ہے جن کا بعض قابلِ قدر اہلِ علم کی طرف سے اظہار کیا گیا ہے۔

سونے کو معیار بنانے کی وجوہاتِ ترجیح

[1]: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کا نصاب بیس دینار (ساڑھے سات تولے سونا) اور چاندی کا نصاب دو سو درہم (ساڑھے باون تولہ چاندی) مقرر فرمایا تھا۔ دورِ نبوی میں ان دو نصابوں میں توازن قائم تھا کہ دو سو درہم کی قوتِ خرید بیس دینار کے برابر ہوا کرتی تھی۔ شاہ ولی

اللہ احمد بن عبد الرحیم بن وجیہ الدین محدث دہلوی (ت1176ھ) لکھتے ہیں:

وَالذَّهَبُ مَحْمُوْلٌ عَلَى الْفِضَّةِ، وَكَانَ فِي ذٰلِكَ الزَّمَانِ صَرْفُ دِينَارٍ بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ فَصَارَ نِصَابُهُ عِشْرِينَ مِثْقَالًا.

(حجۃ اللہ البالغۃ: ص508)

ترجمہ: سونے کا نصاب چاندی کے نصاب پر مبنی تھا۔ کیونکہ اس زمانے میں ایک دینار؛ دس درہم کی مالیت کا شمار کیا جاتا تھا، اس لیے سونے کا نصاب بیس مثقال مقرر ہوا۔

دونوں نصابوں میں توازن کے پیشِ نظر احناف کے ہاں ظاہر الروایۃ میں مال کے مالک کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ سونے یا چاندی میں سے جسے چاہے نصاب مقرر کر لے۔

شمس الائمہ امام محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی (ت483ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ فِي الْكِتَابِ: وَيُقَوِّمُهَا يَوْمَ حَالَ الْحَوْلُ عَلَيْهَا إِنْ شَاءَ بِالدَّرَاهِمِ وَإِنْ شَاءَ بِالدَّنَانِيرِ... وَجْهُ رِوَايَةِ الْكِتَابِ: أَنَّ وُجُوبَ الزَّكَاةِ فِي عُرُوضِ التِّجَارَةِ بِاعْتِبَارِ مَالِيَّتِهَا دُونَ أَعْيَانِهَا، وَالتَّقْوِيمُ لِمَعْرِفَةِ مِقْدَارِ الْمَالِيَّةِ وَالنَّقْدَانِ فِي ذٰلِكَ سَوَاءٌ فَكَانَ الْخِيَارُ إِلَى صَاحِبِ الْمَالِ يُقَوِّمُهُ بِأَيِّهِمَا شَاءَ

(المبسوط للسرخسی: ج2ص343، 344)

ترجمہ: کتاب میں مذکور ہے کہ مال پر جب سال گذر جائے تو مالک کو اختیار ہے کہ درہم کے اعتبار سے زکوۃ ادا کرے یا دینار کے اعتبار سے... اس کی وجہ یہ ہے کہ تجارتی سامان میں زکوۃ اس سامان کی مالیت کے اعتبار سے واجب ہوتی ہے، خود سامان کے اعتبار سے واجب نہیں ہوتی۔ اس لیے سامان کی قیمت لگانے کا مقصد مالیت کا تعین ہے اور مالیت دونوں (سونا اور چاندی) سے معلوم ہو سکتی ہے۔ اسی لیے مالک کو اختیار ہو گا کہ جس کے ذریعے بھی حساب لگانا چاہے لگا لے۔

علامہ زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف ابن نجیم الحنفی (ت970ھ) لکھتے ہیں:

وَأَشَارَ بِقَوْلِهِ "وَرِقٌ أَوْ ذَهَبٌ" إِلَى أَنَّهُ مُخَيَّرٌ إِنْ شَاءَ قَوَّمَهَا بِالْفِضَّةِ وَإِنْ شَاءَ بِالذَّهَبِ لِأَنَّ الثَّمَنَيْنِ فِي تَقْدِيرِ قِيَمِ الْأَشْيَاءِ بِهِمَا سَوَاءٌ.

(البحر الرائق لابن نجیم: ج2ص246)

ترجمہ: صاحبِ کتاب نے چاندی اور سونے کا ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مالک کو اختیار ہے چاہے تو چاندی کے حساب سے قیمت لگائے یا سونے کے اعتبار سے، کیونکہ اشیاء کی قیمت لگانے میں دونوں ثمن برابر ہیں۔

اُس وقت تو سونے اور چاندی کے نصابوں میں توازن اور ہم آہنگی تھی لیکن آج (بوقت تحریر 7 جولائی 2021ء) دونوں نصابوں میں بہت زیادہ تفاوت پیدا ہو چکا ہے۔ آج ساڑھے سات تولہ سونا کی قیمت 795000 پاکستانی روپے اور ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت 82268 پاکستانی روپے ہے۔ قربانی کے لیے "غنیٰ" اور "وسعت" جو 795000 پاکستانی روپے کی مالیت میں متحقق ہونی چاہیے تھی وہ اب 82268 پاکستانی روپے میں متحقق ہوتی نظر آتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک متوسط طبقہ کے فرد کے لیے اس رقم میں سے متوسط بکرا خریدنا اور اس کے بعد اپنی ضروریات پوری کرنا استطاعت سے باہر ہے۔ اس کے مدِ مقابل اگر سونا معیار قرار پائے تو 82268 پاکستانی روپے کے مالک پر قربانی واجب قرار نہ دے کر اسے اس حرج سے بچایا جا سکتا ہے۔

[2]: دورِ نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں ساڑھے سات تولے سونے اور ساڑھے باون تولے چاندی کے ساتھ ساتھ بقیہ نصاب یعنی پانچ اونٹ، تیس گائے اور چالیس بکریوں کی مالیت تقریباً برابر تھی۔ آج بھی آخری تینوں نصاب چاندی کے بجائے سونے کے نصاب کی مالیت کے قریب بنتے ہیں۔ اس لیے سونے کو معیار قرار دینے میں باقی نصابوں سے مناسبت بحال رہتی ہے۔

[3]: زکوٰۃ اور قربانی میں کئی ایک فرق کے پیشِ نظر ہماری رائے یہ ہے کہ زکوٰۃ کے معاملے میں معیارِ نصاب چاندی کو قرار دیا جائے اور قربانی کے معاملہ میں سونے کو۔ کیونکہ دونوں کے حکم کی نوعیت، مقاصد، مقدارِ واجب وغیرہ کو سامنے رکھتے ہوئے مال کے ادنیٰ نصاب (چاندی) کو پہنچنے کی صورت میں قربانی کو ساقط کرنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

زکوٰۃ اور قربانی میں پائے جانے والے فرق یہ ہیں:

(۱) زکوٰۃ سے مقصود فقراء اور مساکین کی حاجت کو پورا کرنا ہے۔ اس لیے زکوٰۃ دینے والا شخص زکوٰۃ کی رقم سے ایک پیسہ بھی خود پر خرچ نہیں کر سکتا اور نہ ہی صاحبِ نصاب غنی پر خرچ کر سکتا ہے جبکہ قربانی سے مقصود اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے اہراقِ دم یعنی جانور کا خون بہانا ہے۔ اس لیے قربانی کرنے والا شخص جب جانور کا خون بہالیتا ہے تو مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔ اب یہ شخص قربانی کا گوشت خود بھی استعمال کر سکتا ہے اور فقیر کے بجائے کسی غنی کو بھی دے سکتا ہے۔

امام ابو المظفر اسعد بن محمد بن الحسین الکرابیسی النیسابوری الحنفی (ت 570ھ) لکھتے ہیں:

وَالْفَرْقُ أَنَّ الْمَقْصُودَ مِنَ الزَّكَاةِ سَدُّ الْخَلَّةِ وَدَفْعُ الْحَاجَةِ, بِدَلِيلِ أَنَّهَا وَجَبَتْ لِأَجْلِ الْحَاجَةِ... وَلَيْسَ كَذٰلِكَ الْأُضْحِيَّةُ, لِأَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْهَا إِرَاقَةُ الدَّمِ, بِدَلِيلِ أَنَّهُ لَوْ تَصَدَّقَ بِالْعَيْنِ قَبْلَ الذَّبْحِ لَمْ يُجْزِهِ.

(کتاب الفروق للکرابیسی: ج1 ص86 کتاب الزکوٰۃ)

ترجمہ: (زکوٰۃ اور قربانی میں) فرق یہ ہے کہ زکوٰۃ سے مقصود غرباء کی محتاجی کو دور کرنا اور ان کی ضروریات کو پورا کرنا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ زکوٰۃ واجب ہی اس لیے ہوتی ہے تاکہ ضروریات کو پورا کیا جا سکے جبکہ قربانی کا معاملہ اس طرح کا نہیں کیونکہ قربانی سے مقصد (اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جانور کا) خون بہانا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے قربانی کا جانور ذبح کرنے سے پہلے ہی صدقہ کر دیا تو قربانی ادا نہیں ہو گی۔

(۲): زکوٰۃ اس شخص پر واجب ہوتی ہے جس کی ملکیت میں سال بھر مال رہے جبکہ قربانی اس پر بھی واجب ہو جاتی ہے جس کے پاس محض ایامِ قربانی (10 ذوالحجہ کی طلوعِ فجر سے لے کر 12 ذوالحجہ کے غروبِ آفتاب تک) میں کسی وقت بقدرِ وسعت مال آ جائے۔

(۳): صاحبِ نصاب شخص پر زکوٰۃ کل مال کا صرف اڑھائی فیصد واجب الاداء ہوتی ہے جبکہ قربانی کل مال کے محض اڑھائی فیصد سے نہیں ہوتی بلکہ چاندی کے نصاب کا اعتبار کریں تو کبھی نصاب کا ایک چوتھائی حصہ، کبھی ایک تہائی حصہ اور بعض ممالک میں نصاب کا نصف حصہ تک خرچ ہو جاتا ہے۔

(۴): زکوٰۃ مسافر پر بھی واجب ہے جبکہ قربانی مسافر پر واجب نہیں۔ مسافر پر قربانی واجب نہ ہونے کی وجہ اسے حرج اور مشقت سے بچانا ہے۔ بالکل اسی طرح قربانی میں چاندی کے بجائے سونے کو معیارِ نصاب قرار دینے سے مقصود بھی دفعِ حرج ہے۔

(۵): زکوٰۃ کی فرضیت منصوص ہے جبکہ قربانی کا وجوب منصوص نہیں بلکہ اجتہادی ہے۔ ظاہر ہے کہ امرِ اجتہادی میں جو وسعت ہوتی ہے وہ منصوص میں نہیں ہوتی۔

(۶): زکوٰۃ کے لیے سونے اور چاندی کا نصاب منصوص ہے۔ اگر کسی کے پاس سونا ساڑھے سات تولہ اور چاندی ساڑھے باون تولہ ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ قربانی کا نصاب متعین طور پر منصوص نہیں بلکہ شریعت نے قربانی کو "وسعت" کے ساتھ متعلق کیا ہے۔ وسعت کے تحقق کے لیے فقہائے حنفیہ نے قربانی کے نصاب کا تعین زکوٰۃ کے نصاب کے ساتھ کیا ہے۔ چنانچہ اگر کسی کے پاس ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی ہو تو منصوص نصابِ زکوٰۃ کے ساتھ مطابقت کے پیشِ نظر اس پر قربانی واجب ہو گی۔ لیکن اگر کسی کے پاس سونا یا چاندی مذکورہ مقدار سے کم ہو تو اب زکوٰۃ کے لیے معیارِ نصاب کسے بنایا جائے؟ یہ امر اجتہادی ہے۔ ظاہر الروایہ میں صاحبِ مال کو اختیار دیا گیا ہے کہ سونے کے حساب سے قیمت لگائے یا چاندی کے اعتبار سے اور نوادر کی روایت کے مطابق انفع للفقراء کی رعایت کی جائے۔ یہی صورت حال قربانی

میں تصور کی جائے کہ اگر صاحبِ مال کے پاس سونا یا چاندی مذکورہ مقدار سے کم ہو تو اب نصاب کے لیے جس چیز کو معیار قرار دینا چاہیے (یعنی اختیار یا انفع للفقراء کی رعایت) وہ خود امر اجتہادی ہے۔ اس لیے اگر ادنیٰ نصاب (چاندی) کی رعایت کرنے سے خود حرج لازم آرہا ہو تو اب اس نصاب کی رعایت نہ کی جائے بلکہ اعلیٰ نصاب (سونے) کا اعتبار کر کے ہی حرج کو دور کیا جائے۔

خلاصہ یہ کہ وجودِ حرج، عدمِ کفایت، فقدانِ تناسب اور تغیر فی الثمن کے عوامل کی بنا پر قربانی میں چاندی کے بجائے صرف سونے کو نصاب کا معیار بنانا جائز ہے۔

چند خدشات کا ازالہ

خدشہ نمبر 1:

احناف کی ظاہر الروایہ میں سامانِ تجارت کی قیمت لگانے میں مالک کو اختیار اس وقت دیا گیا ہے جب سامان؛ سونا اور چاندی دونوں کی قیمت کے حساب سے نصاب کو پہنچتا ہو لیکن اگر ایک کے حساب سے نصاب مکمل ہو اور دوسرے کے حساب سے مکمل نہ ہو تو اسی کے ذریعے قیمت لگانا ضروری ہے جس سے نصاب کی تکمیل ہو۔ اس صورت میں مالک کو اختیار نہ دیا جائے۔

ازالہ:

اولاً..... مال کے مالک کو اختیار نہ دینے کا معاملہ زکوٰۃ کے بارے میں ہے کیونکہ اس سے مقصود فقراء کی حاجت پوری کرنا ہے جبکہ قربانی میں فقراء کی حاجت براری بنیاد ہی نہیں بلکہ قربانی میں بنیاد؛ اِہراقِ دم ہے۔

امام ابو المظفر اسعد بن محمد بن الحسین الکرابیسی النیسابوری الحنفی (ت 570ھ) لکھتے ہیں:

وَالْفَرْقُ أَنَّ الْمَقْصُودَ مِنَ الزَّكَاةِ سَدُّ الْخَلَّةِ وَدَفْعُ الْحَاجَةِ، بِدَلِيلِ أَنَّهَا وَجَبَتْ لِأَجْلِ الْحَاجَةِ... وَلَيْسَ كَذٰلِكَ الْأُضْحِيَّةُ، لِأَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْهَا إِرَاقَةُ الدَّمِ، بِدَلِيلِ أَنَّهُ لَوْ تَصَدَّقَ بِالْعَيْنِ قَبْلَ الذَّبْحِ لَمْ يُجْزِهِ.

(کتاب الفروق للکرابیسی: ج1 ص86 کتاب الزکوٰۃ)

ترجمہ: (زکوٰۃ اور قربانی میں) فرق یہ ہے کہ زکوٰۃ سے مقصود غرباء کی محتاجی کو دور کرنا اور ان کی ضروریات کو پورا کرنا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ زکوٰۃ واجب ہی اس لیے ہوتی ہے تاکہ ضروریات کو پورا کیا جا سکے جبکہ قربانی کا معاملہ اس طرح کا نہیں کیونکہ قربانی سے مقصد (اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جانور کا) خون بہانا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے قربانی کا جانور ذبح کرنے سے پہلے ہی صدقہ کر دیا تو قربانی ادا نہیں ہوگی۔

چونکہ زکوٰۃ کا مقصد فقراء کی حاجت براری ہے اس لیے زکوٰۃ کے باب میں تو سامان؛ سونا اور چاندی میں سے جس کی قیمت کو پہلے پہنچتا ہو اسی کے حساب سے نصاب کی تکمیل کی جائے گی اور زکوٰۃ ادا کی جائے گی لیکن قربانی میں چونکہ فقراء کی حاجت براری مقصود ہی نہیں اس لیے مال کے مالک کے لیے ادنیٰ نصاب (یعنی چاندی) کی رعایت کو لازم قرار نہیں دیا جا سکتا۔

ثانیاً..... یہ بات واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سونے اور چاندی کے نصاب میں تفاوت نہیں تھا۔ وقت کے ساتھ ساتھ یہ فرق معرضِ وجود میں آتا رہا۔ ظاہر الروایۃ میں تخییر کی وجہ بھی یہی تھی کہ جب دونوں نصابوں میں باہم تقریباً مساوات تھی تو جس نصاب کی مطابقت بھی ملحوظ رکھی جاتی نتیجہ ایک ہی نکلتا۔ مشائخ حنفیہ نے اپنے اپنے ادوار میں مال کے چاندی کے نصاب کو پہنچنے کی صورت میں وجوبِ زکوٰۃ کا جو حکم لگایا ہے (اگرچہ مال سونے کے نصاب کو نہ پہنچے) تو اس کی وجہ جو سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ ان کے ادوار میں بھی سونے اور چاندی کے نصاب میں تفاوت معمولی بلکہ نہ ہونے کے برابر تھا اور چونکہ انفع للفقراء کی قید ملحوظ تھی اس لیے انہوں نے اس معمولی فرق کو قابلِ اعتناء نہ سمجھتے ہوئے حد درجہ احتیاط کے پیشِ نظر چاندی کے نصاب کو ہی معیار قرار دیا۔

ان کے ادوار میں چاندی کے نصاب کو معیار مقرر کرنے میں عوام کے لیے حرج بھی لازم نہ آتا تھا لیکن آج کل کے دور میں سونے اور چاندی کے نصاب میں تفاوت بہت زیادہ ہو چکا ہے۔ اب اگر عدمِ تخییر کے قول ہی کو متعین قرار دیا جائے تو عوام کو سخت حرج کا سامنا ہو گا اور بعض فقہاء نے انفع للفقراء کے مقصد کے پیشِ نظر جو چاندی کا نصاب متعین فرمایا تھا وہ مقصد اب اَضرّ لِلفقراء بن جائے گا۔ اس لیے آج کے دور میں سونے کے نصاب کو معیار قرار دینا مشائخ حنفیہ ہی کے مقصود کی ترجمانی اور انفع للفقراء کی تکمیل ہے، ان کے مقاصد سے خروج ہر گز نہیں۔

خدشہ نمبر2:

اگر قربانی کے معاملے میں چاندی کو معیار قرار دیا نہ جائے تو نوادر کی اس روایت "انفع للفقراء" پر عمل نہیں ہو پائے گا۔

علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم الحنفی (ت 1005ھ) لکھتے ہیں:

والمذكور في "الأصل" أن المالك مخير في تقويمها بأيهما شاء وعن الإمام في رواية "النوادر" يقومها بالأنفع للفقراء.

(النہر الفائق شرح کنز الدقائق: ج1 ص441)

ترجمہ: کتاب الاصل (المعروف کتاب المبسوط للامام محمد بن حسن الشیبانی رحمہ اللہ) میں مذکور ہے کہ (سامان کی مالیت کا اعتبار کرنے کے لیے) مالک کو اختیار دیا جائے گا کہ ان دونوں (سونے یا چاندی کے نصاب) میں سے جس کے حساب سے مالیت کا اندازہ کرنا چاہے کر سکتا ہے۔ نیز امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے "نوادر" کی روایت میں منقول ہے کہ سامان کی مالیت کے حساب کے لیے اس نصاب کا اعتبار کرے جس میں فقراء کا نفع زیادہ ہو۔

ازالہ:

اس میں چند امور ملاحظہ ہوں:

1- انفع للفقراء کی رعایت کرنا زکوٰۃ کے بارے میں ہے، قربانی کے بارے میں نہیں۔ زکوۃ کے بارے میں اس کی رعایت کرنے سے ہمیں مکمل اتفاق ہے۔

2- قربانی میں انفع للفقراء مقصود ہی نہیں بلکہ مقصد اہراقِ دَم ہے۔

3- چاندی کو نصاب کا معیار قرار دینے کی صورت میں امت کے ایسے طبقے پر قربانی واجب قرار پاتی ہے جو قربانی کا متحمل نہیں ہے۔ اس صورت میں یہ طبقہ حرج شدید کا شکار ہو گا۔

4- انفع للفقراء کے تحقق کے لیے دو باتیں ہونی چاہییں:

اول.... انفع للفقراء بذات خود مقصد ہو

دوم.... انفع للفقراء کی رعایت میں خود فقراء کو ضرر لاحق نہ ہو۔

یہ دونوں باتیں زکوٰۃ میں تو متحقق ہو جاتی ہیں کہ زکوٰۃ کا مقصد فقراء کی امداد ہے۔ نیز زکوۃ؛ مالِ نصاب کا چالیسواں حصہ ہوتی ہے اور یہ چیز صاحبِ نصاب کو ضرر نہیں دیتی اگرچہ معیارِ نصاب چاندی ہی ہو۔ لیکن قربانی میں اولاً تو فقراء کی امداد بذات خود مقصود نہیں۔ ثانیاً قربانی کا جانور بعض مرتبہ چاندی کے نصاب کے تہائی اور بعض مرتبہ نصف حصہ کے برابر ہوتا ہے جو یقیناً بہت بڑا ضرر ہے۔ اس لیے انفع للفقراء کی رعایت زکوٰۃ کے معاملے میں چاندی کو معیار بنانے سے اور قربانی کے معاملہ میں سونے کو معیار ٹھہرا کر کی جائے تو زیادہ موزوں ہے۔

خلاصہ:

[۱]: اگر کسی کی ملکیت میں صرف ساڑھے سات تولے سونا (87.48 گرام) موجود ہو (خواہ جس شکل میں ہو مثلاً زیورات، ڈلی، آرائشی سامان، سِکے وغیرہ) تو اس شخص پر قربانی واجب ہے۔

[۲]: کسی کی ملکیت میں صرف ساڑھے باون تولہ چاندی (612.36 گرام) موجود ہو (خواہ جس شکل میں ہو مثلاً زیورات، ڈلی، آرائشی

سامان، سکے وغیرہ) تو اس پر بھی قربانی واجب ہے۔

[۳]: کسی کی ملکیت میں سونا یا چاندی بالکل نہ ہو یا ہو لیکن مذکورہ مقدار سے کم ہو تو اب دیکھا جائے گا کہ اگر اس کی ملکیت میں یہ پانچ چیزیں سونا، چاندی، نقدی، مالِ تجارت اور گھر کا زائد از ضرورت سامان موجود ہوں یا ان میں سے بعض موجود ہوں اور ان کی مجموعی قیمت ساڑھے سات تولہ سونے کے برابر ہو تو ایسے شخص پر قربانی واجب ہے۔

نوٹ:

وجوبِ قربانی کے سلسلہ میں سونے کے نصاب کو معیار قرار دینا یہ ہماری رائے ہے، اس پر ہمیں اصرار نہیں ہے۔ اس لیے اگر کوئی اہلِ علم اس رائے سے اختلاف کرے تو اسے حق حاصل ہے۔ نیز اگر کوئی شخص ہماری اس رائے کے علاوہ دیگر اہلِ علم کی رائے پر اعتماد کرتا ہو اور چاندی کو معیار قرار دیتے ہوئے ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کا اعتبار کرتے ہوئے قربانی کرے تو بلاشبہ قابلِ قبول اور بہتر ہو گا۔

10: ذبح کون کرے؟

موقف اھل السنۃ والجماعۃ:

ذبح کرنے والے کے لیے مسلمان یا صحیح اہل کتاب ہونا ضروری ہے۔

دلیل نمبر 1:

﴿اَلْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ﴾

(سورۃ المائدۃ: 5)

علامہ زین الدین ابن نجیم (ت 970ھ) لکھتے ہیں:

(وَحَلَّ ذَبِيحَةُ مُسْلِمٍ وَ كِتَابِيٍّ) لِقَوْلِهِ تَعَالَى {وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ} وَالْمُرَادُ بِهِ ذَبَائِحُهُمْ.

(البحر الرائق لابن نجیم: ج8 ص306، آپ کے مسائل اور ان کا حل از حضرت لدھیانوی)

ترجمہ: مسلمان اور کتابی کا ذبیحہ حلال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "اور جن لوگوں کو (تم سے پہلے) کتاب دی گئی تھی ان کا کھانا بھی تمہارے لیے حلال ہے۔" یہاں کھانے سے مراد اہل کتاب کا ذبیحہ ہے۔

دلیل نمبر 2:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی "طعام" کی تفسیر "ذبیحہ" منقول ہے:

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ طَعَامُهُمْ ذَبَائِحُهُمْ.

(صحیح البخاری: ج2 ص828 باب ذبائح اھل الکتاب)

کہ اھل کتاب کے طعام سے مراد ان کا ذبیحہ ہے۔

فائدہ: آج کل کے یہود و نصاریٰ:

آجکل یورپ کے عیسائیوں اور یہودیوں میں ایک بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو اپنی مردم شماری کے اعتبار سے یہودی یا نصرانی کہلاتے ہیں مگر درحقیقت وہ خدا کے وجود کے منکر ہوتے ہیں اور کسی مذہب کے قائل نہیں ہوتے نہ تورات کے نہ انجیل کو خدا کی کتاب مانتے ہیں اور نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا نبی و پیغمبر تسلیم کرتے ہیں۔

(ماخوذ از معارف القرآن مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع عثمانی ت1396ھ: ج3 ص48)

مفسر قرآن مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ ت1394ھ فرماتے ہیں:

اہل کتاب سے وہ لوگ مراد ہیں جو مذہبا اہل کتاب ہوں نہ کہ وہ جو صرف قومیت کے لحاظ سے یہودی یا نصرانی ہوں خواہ عقیدۃ وہ دہریے ہوں۔ اس زمانے کے نصاریٰ عموما برائے نام نصاریٰ ہیں ان میں بکثرت ایسے ہیں جو نہ خدا کے قائل ہیں اور نہ مذہب کے قائل ہیں ایسے لوگوں پر اہل کتاب کا اطلاق نہیں ہو گا۔

(معارف القرآن ج2ص446)

مندرجہ بالا حوالوں سے ثابت ہوا کہ اہل کتاب وہ کہلاتے ہیں جو خدا تعالیٰ، کسی پیغمبر اور کسی آسمانی کتاب کے قائل ہوں اور آج کل کے جو یہودی اور نصرانی کہلاتے ہیں وہ اکثر دہریے ہیں۔

آج کل بھی اگر کوئی ایسا شخص ہے جو کسی پیغمبر پر ایمان رکھتا ہو اور کسی آسمانی کتاب پر اعتقاد رکھتا ہو تو آج بھی وہ اہل کتاب شمار ہو گا۔

مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ ت1372ھ لکھتے ہیں:

”موجودہ زمانے کے یہود نصاریٰ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر اور توراۃ یا انجیل کو آسمانی کتاب مانتے ہوں اہل کتاب ہیں خواہ تثلیث کے قائل ہوں۔“

(کفایت المفتی: ج1ص70)

موقف غیر مقلدین:

مسلمان اور اہل کتاب کے علاوہ کوئی اور کافر بھی ذبح کرے تو جائز ہے۔

نواب نور الحسن خان غیر مقلد ت1339ھ لکھتے ہیں:

ذبائح اہل کتاب و دیگر کفار نزد وجود ذبح بسملہ یا نزد اکل آں حلال است، حرام و نجس نیست.

(عرف الجادی: ص10)

ترجمہ: اہل کتاب اور دیگر کفار ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھ لیں یا اس مذبوحہ کو کھاتے وقت بسم اللہ پڑھ لیا جائے تو وہ حلال ہے، حرام اور نجس نہیں۔

علامہ وحید الزمان غیر مقلد ت1338ھ لکھتے ہیں:

و ذبیحۃ الکافر حلال إذا ذبح للہ و ذکر اسم اللہ عند الذبح.

(کنز الحقائق: 182)

ترجمہ: کافر کا ذبیحہ حلال ہے اگر وہ اللہ کے لیے ذبح کرے اور ذبح کے وقت اللہ کا نام لے۔

[11]: قربانی کے چند عمومی مسائل

[1]: قربانی کے جانور اور ان کی عمریں

1: قربانی کے لیے درج ذیل جانور ذبح کیے جاسکتے ہیں:

۱: اونٹ	۲: اونٹنی	۳: گائے	۴: بیل	۵: بھینسا	۶: بھینس
۷: مینڈھا	۸: بھیڑ	۹: دنبہ	۱۰: دنبی	۱۱: بکرا	۱۲: بکری

2: قربانی کے مذکورہ جانوروں میں سے اونٹ اور اونٹنی کی عمر کم از کم پانچ سال، بیل، گائے، بھینسا اور بھینس کی عمر کم از کم دو سال اور بکرا اور بکری کی عمر کا کم از کم ایک سال ہونا ضروری ہے۔ البتہ مینڈھا، بھیڑ، دنبہ، دنبی اگر چھ ماہ کے ہوں لیکن اتنے موٹے تازے ہوں کہ ایک سال کے لگتے ہوں تو ان کی قربانی جائز ہے۔

3: مینڈھا، بھیڑ، دنبہ، دنبی کی عمر چھ ماہ ہو اور وہ ایک سال کا لگتا ہو یہ معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے اگر اس جانور کو سال والے جانوروں کے ساتھ ملا دیا جائے تو دیکھنے میں یہ سال والوں کے مشابہ ہو۔ واضح رہے کہ یہ حکم صرف مینڈھا، بھیڑ، دنبہ، دنبی میں ہے، بکری یا گائے بھینس اور اونٹ کے لیے نہیں بلکہ ان میں عمر کا پورا ہونا ضروری ہے۔

4: جانوروں میں عمر کا اعتبار ہو گا، دو دانتا ہونے کا اعتبار نہیں ہو گا۔ اس لیے اگر جانور کے دو دانت گر گئے ہوں لیکن عمر پوری نہ ہو تو اس کی قربانی درست نہیں۔ اگر جانور کی عمر پوری ہو لیکن دو دانت نہ گرے ہوں تب بھی اس کی قربانی درست ہے۔

5: جانوروں کی عمر کے لیے قمری (محرم، صفر وغیرہ) سال کا اعتبار ہو گا، شمسی سال (جنوری، فروری وغیرہ) کا اعتبار نہیں ہو گا۔

6: مذکورہ جانوروں کے علاوہ کسی اور جانور کی قربانی درست نہیں۔ اس لیے اگر کسی نے گھوڑے، ہرن، خرگوش، مرغ، نیل گائے، بطخ، انڈے وغیرہ کی قربانی کی تو شرعاً درست نہ ہو گی۔

[2]: جانوروں کے بعض اوصاف وعیوب کے احکام

1: ایسا لنگڑا جانور جو چلتے وقت پاؤں زمین پر بالکل نہ رکھ سکتا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں۔ ہاں! اگر وہ چلنے میں اس پاؤں سے کچھ سہارا لیتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔

2: اگر کسی جانور کا پاؤں کٹ گیا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں۔

3: اگر جانور کے اکثر دانت ٹوٹے ہوئے ہوں کہ چارہ بھی نہ کھا سکتا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں، اگر چارہ کھا سکتا ہو تو قربانی جائز ہے۔

4: جس جانور کے پیدائشی طور پر ایک یا دونوں کان نہ ہوں یا کان کا تیسرا یا اس سے زیادہ حصہ کٹا ہوا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں۔ اگر تیسرے سے کم حصہ کٹا ہوا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔

5: اگر جانور کے سینگ پیدائشی طور پر نہ ہوں یا ہوں لیکن چھوٹے ہوں تو اس کی قربانی درست ہے۔ اگر جانور کے سینگ ہوں لیکن ٹوٹ چکے ہوں تو دیکھا جائے کہ سینگ اگر جڑ سے نہیں اکھڑے تو ایسے جانور کی قربانی جائز ہے۔ اگر سینگ جڑ سے اکھڑ چکے ہوں کہ اندر کا گودا ختم ہو چکا ہو تو اب اس جانور کی قربانی جائز نہیں۔

6: اگر جانور کی دم تہائی حصہ سے کم کٹی ہوئی ہو تو قربانی جائز ہے۔ اگر تہائی یا اس سے زائد کٹی ہوئی ہو تو قربانی جائز نہیں ہے۔

7: اونٹنی، گائے یا بھینس کا ایک تھن خراب ہو اور باقی تین ٹھیک ہوں تو قربانی جائز ہے اور اگر دو تھن خراب ہوں تو قربانی جائز نہیں۔ اسی طرح بکری وغیرہ کا ایک تھن خراب ہو تو اس کی قربانی بھی جائز نہیں۔

8: جانور کے تھن سے دودھ نکلتا ہو اگرچہ کم نکلتا ہو تب بھی اس کی قربانی جائز ہے کیونکہ یہ آب وہوا، غذا اور عمر کا اثر ہے۔ ان عوامل کی وجہ سے دودھ کم یا زیادہ ہوتا رہتا ہے، اس لیے یہ عیب کی بات نہیں۔

9: خصی جانور کی قربانی کرنا جائز بلکہ افضل ہے۔

10: کانے اور اندھے جانور کی قربانی جائز نہیں۔

11: بہت زیادہ کمزور جانور جس کی ہڈیوں میں گودا باقی نہ رہے، اس کی قربانی جائز نہیں۔

12: جس جانور کی ناک کٹی ہوئی ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں۔ اگر رسی ڈالنے کے لیے ناک میں سوراخ کر دیا گیا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔

13: جس جانور کی آدھی یا اس سے زائد زبان کٹی ہوئی ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں۔ اگر آدھی سے کم کٹی ہو تو قربانی جائز ہے۔

14: حاملہ جانور کی قربانی بلا کراہت درست ہے۔ البتہ اگر جانور قریب الولادت ہو تو اس کی قربانی مناسب اور بہتر نہیں اگرچہ قربانی کرنے سے درست ہو جائے گی۔

15: جانور پہلے صحیح سالم تھا۔ ذبح کرتے ہوئے کوئی ایسا عیب پیدا ہو گیا جس کے ہوتے ہوئے قربانی جائز نہیں ہوتی تو ایسا عیب معاف ہے۔ جیسے گراتے وقت جانور کی ٹانگ ٹوٹ گئی یا بھاگنے کی وجہ سے جانور کسی جگہ ٹکرایا اور اس کی آنکھ ضائع ہو گئی تب بھی اس کی قربانی درست ہے۔

[3]: بڑے جانور میں شراکت کے احکام

1: بڑے جانور (اونٹ، اونٹنی، بیل، گائے، بھینسا، بھینس) میں زیادہ سے زیادہ سات افراد شریک ہو سکتے ہیں۔ سات سے زائد افراد کا شریک ہونا جائز نہیں۔ اگر کسی جانور میں سات سے زائد افرد شریک ہوں تو کسی کی قربانی صحیح نہیں ہو گی۔

نوٹ: یہ احکام صرف بڑے جانور کے ہیں۔ بکری، بھیڑ وغیرہ صرف ایک آدمی کی طرف سے کفایت کرتی ہے۔

2: بڑے جانور میں شرکاء کی تعداد سات سے کم ہو مثلاً چار یا پانچ ہوں تب بھی قربانی درست ہے۔ اس صورت میں اگر پانچوں شرکاء اس جانور کو برابر حصوں میں تقسیم کر لیں مثلاً پانچ حصے کر لیں تب بھی درست ہے اور اگر بعض شرکاء اپنا حصہ ایک سے بڑھا لیں مثلاً پانچ شرکاء میں سے دو شرکاء کے دو دو حصے ہوں اور باقی تین شرکاء کا ایک ایک حصہ ہو تب بھی شراکت درست ہے۔

3: شراکت میں اس بات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ کسی شریک کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہ ہو ورنہ قربانی درست نہیں ہو گی۔ مثلاً ایک بڑے جانور میں آٹھ افراد شریک ہو گئے ہوں تو اب ہر شریک کا حصہ ساتویں حصے سے کم ہو گا۔ اس صورت میں کسی بھی شریک کی قربانی درست نہ ہو گی۔ اسی طرح اگر شرکاء تو سات یا سات سے کم ہوں لیکن کسی ایک شریک کا حصہ ساتویں حصے سے کم یعنی آدھا یا تہائی وغیرہ ہو تب بھی کسی کی قربانی درست نہیں ہو گی۔

4: بڑے جانور میں قربانی کے حصوں کے ساتھ عقیقہ کا حصہ رکھنا بھی درست ہے۔

5: بڑے جانور میں بعض افراد نے واجب قربانی کی نیت سے حصہ رکھا اور بعض نے نفلی قربانی کی نیت سے تب بھی سب کی قربانی درست ہو جائے گی۔

6: بڑے جانور میں کسی نے محض گوشت کھانے کی نیت سے حصہ رکھا تو کسی شریک کی قربانی بھی درست نہ ہو گی۔

7: کسی نے قربانی کا جانور خریدا۔ نیت یہ تھی کہ بعد میں کوئی شخص مل گیا تو اسے بھی شریک کر لوں گا۔ بعد میں کوئی شخص مل گیا جسے قربانی یا عقیقہ کی نیت سے شریک کر لیا تو قربانی درست ہے۔

8: قربانی کی نیت سے جانور خریدا لیکن خریدتے وقت کسی اور کو شریک کرنے کی نیت نہ تھی بلکہ نیت یہی تھی کہ پورا جانور اپنی طرف سے ذبح کروں گا۔ تو اب اگر شریک کرنے والا یہ شخص غریب ہے تو کسی اور کو شریک نہیں کر سکتا اور اگر یہ شخص مالدار ہے تو شریک کر سکتا ہے البتہ

بہتر نہیں۔

[4]: قربانی کرنے والے اور قربانی کے جانور کے چند مخصوص احکام

1: غریب آدمی نے اگر قربانی کی نیت سے جانور خرید لیا اور وہ جانور قربانی سے پہلے مر گیا تو اس غریب آدمی سے قربانی ساقط ہو جائے گی، اب اس پر دوسرا جانور خرید کر قربانی کرنا لازم نہیں جبکہ امیر آدمی نے جانور خریدا اور وہ قربانی سے پہلے مر گیا تو امیر شخص کے ذمہ دوسرا جانور خرید کر قربانی کرنا لازم ہے۔

2: قربانی کا جانور مر جانے کی صورت میں صاحبِ نصاب آدمی پر دوسرے جانور کی قربانی واجب ہے چاہے اسی قیمت کی کرے یا اس سے کم قیمت کی۔ البتہ اگر غریب آدمی کا جانور مر جائے تو اس سے قربانی ساقط ہو جاتی ہے۔

3: اگر کسی صاحبِ نصاب آدمی نے قربانی کی نیت سے جانور خریدا تو یہ جانور صاحبِ نصاب آدمی کے حق میں متعین نہیں ہوتا۔ اس لیے اسے تبدیل کرنا چاہے تو کر سکتا ہے لیکن بلاوجہ تبدیل کرنا بہتر نہیں ہے۔

4: اگر کسی غریب آدمی نے قربانی کی نیت سے جانور خریدا تو یہ جانور اس آدمی کے حق میں متعین ہو جاتا ہے۔ اب یہ شخص اس جانور کو تبدیل نہیں کر سکتا۔

5: اگر کسی نے قربانی کے لیے جانور خریدا نہیں بلکہ جانور گھر کا پالتو تھا جسے اس نے قربانی کے لئے متعین کر لیا تھا تو اس طرح یہ جانور متعین نہیں ہوتا۔ امیر اور غریب دونوں کے لیے اس جانور کو تبدیل کرنا جائز ہے لیکن بلاوجہ تبدیل کرنا بہتر نہیں۔

6: قربانی کرنے والا شخص جس جگہ پر ہو اور جہاں قربانی کا جانور ہو تو قربانی کے درست ہونے کے لیے ان دونوں جگہوں پر ایامِ قربانی کا پایا جانا ضروری ہے۔ اگر ایک جگہ قربانی کا دن پایا جا رہا ہو اور دوسری جگہ پر قربانی کے دن شروع ہی نہ ہوئے ہوں یا ختم بھی ہو چکے ہوں تو ان صورتوں میں قربانی درست نہ ہو گی۔

[5]: قربانی کے ذریعے ایصال ثواب کرنے کے احکام

1: جب کوئی شخص کسی دوسرے کو ثواب پہنچانے کی غرض سے قربانی کرتا ہے تو یہ قربانی دراصل اِس شخص کی طرف سے نفلی شمار ہوتی ہے اور اس کا ثواب دوسروں کو پہنچتا ہے۔ اس لیے اگر نفلی قربانی کر کے اس کا ثواب ایک شخص کو پہنچانا چاہے تو بھی درست ہے اور اگر اس کا ثواب کئی لوگوں کو پہچانا چاہے تب بھی درست ہے۔ چنانچہ انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین و تبع تابعین، ائمہ فقہاء و محدثین، اکابرین امت رحمہم اللہ، اپنے والدین اور عزیز و اقارب وغیرہ کو اس کا ثواب پہنچانا درست ہے۔

2: ایصالِ ثواب کی غرض سے چھوٹا جانور بھی ذبح کرنا جائز ہے اور بڑے جانور میں نفلی قربانی کے حصے رکھنا بھی جائز ہے۔

3: چند افراد مل کر اگر کسی کو ایصال ثواب کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں لیکن طریقہ کار یہ ہو کہ تمام افراد اپنے اپنے پیسے ایک شخص کی ملکیت کریں اور وہ شخص قربانی کرے اور جن کو ایصالِ ثواب کرنا ہو انہیں ایصال ثواب کر دے۔

4: چونکہ یہ قربانی نفلی ہوتی ہے اس لیے اس کا گوشت عام قربانی کی طرح ہوتا ہے؛ خود بھی کھایا جا سکتا ہے اور دوسروں کو بھی کھلایا جا سکتا ہے۔

[6]: قربانی کے ایام، اوقات اور قضاء کے احکام

1: قربانی کے تین دن ہیں: 10، 11 اور 12 ذوالحجہ لیکن افضل دن 10 ذوالحجہ کا ہے، پھر گیارہ اور پھر بارہ ذوالحجہ کا۔

2: قربانی کا وقت 10 ذوالحجہ کی طلوعِ فجر سے شروع ہو جاتا ہے اور 12 ذوالحجہ کے غروبِ آفتاب پر ختم ہو جاتا ہے البتہ یہ بات واضح رہے کہ شہر یا قصبہ جات جہاں عید کی نماز پڑھنا واجب ہوتا ہے وہاں عید کی نماز پڑھنے سے پہلے قربانی کرنا جائز نہیں (گویا یہ شہر اور قصبہ جات کے لیے

ایک اضافی شرط ہے) دیہات اور جنگلوں میں چونکہ عید کی نماز نہیں ہوتی اس لیے وہاں 10 ذوالحجہ کو طلوعِ فجر کے بعد قربانی کرنا جائز ہے۔ تاہم ان مقامات پر بہتر یہی ہے کہ سورج طلوع ہونے کے بعد قربانی کی جائے۔

3: قربانی کے اختتام کا وقت 12 ذوالحجہ کا غروبِ آفتاب ہے۔ اختتام کا وقت شہر، قصبہ جات، دیہات اور جنگل سب کے لیے ایک ہی ہے۔ چنانچہ بارہویں تاریخ کا سورج غروب ہو جانے کے بعد قربانی کرنا درست نہیں۔

4: ایامِ قربانی میں جس طرح دن میں قربانی کرنا درست ہے اسی طرح رات کو بھی قربانی کرنا درست ہے۔

5: صاحبِ نصاب آدمی قربانی نہ کر سکا یہاں تک کہ قربانی کے دن ختم ہو گئے تو اب قربانی کا عمل فوت ہو گیا۔ اب اس شخص پر توبہ واستغفار لازم ہونے کے ساتھ ساتھ درمیانے درجے کے چھوٹے جانور (بھیڑ، بکری) کی قیمت غرباء پر صدقہ کرنا واجب ہے۔

6: ایک شخص کے ذمہ کئی سالوں کی قربانی کی قضاء لازم ہو تو اس پر بھی ہر سال کے عوض ایک متوسط چھوٹے جانور کی قیمت غرباء پر صدقہ کرنا واجب ہے۔

[7]: جانور ذبح کرنے کے چند آداب

1. جانور کو نرمی اور اچھے طریقے سے ذبح کی جگہ لے جانا۔

2. ذبح کے وقت جانور بھوکا پیاسا نہ ہو۔

3. گائے، بھینس بکرے وغیرہ کو نرمی سے بائیں پہلو پر لٹا کر اس کا منہ قبلہ کی طرف کیا جائے اس طرح سے کہ اس کا سر جنوب کی طرف ہو اور دھڑ شمال کی طرف ہو۔ ان جانوروں کو کھڑا ہونے کی حالت میں ذبح کرنا خلاف سنت اور مکروہ ہے۔

4. اونٹ کو کھڑے ہونے کی حالت میں نحر کرنا سنت ہے اور بٹھا کر یا لٹا کر ذبح کرنا سنت نہیں ہے۔ کھڑا ہونے کی حالت میں اونٹ کے اگلی بائیں ٹانگ کو اٹھا کر باندھ دینا چاہیے۔

5. بڑے جانور کے ہاتھ پاؤں باندھ دینا البتہ دایاں پاؤں کھلا رہنے دینا چاہیے تاکہ جانور کے اس ٹانگ کو حرکت دینے سے خون اچھی طرح خارج ہو جائے۔

6. باوضو ہو کر دائیں ہاتھ سے ذبح کرنا۔

7. تیز دھار والی چھری سے تیزی سے ذبح کرنا۔

8. قربانی کا جانور جب قبلہ رخ لٹا لیں تو اس کے بعد یہ دعا پڑھیں: ”إِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيْفاً وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ، أَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ“۔ اس کے بعد ”بسم اللہ أللہ أکبر“ کہہ کر ذبح کریں۔

9. درج ذیل چار رگوں کا کاٹنا ضروری ہے:

۱: حُلقُوم یعنی سانس کی نالی

۲: مَرِئی یعنی خوراک کی نالی

۳، ۴: وَدَجَین یعنی دوران خون کی دو رگیں جن کو شہ رگ کہا جاتا ہے۔

اگر تین رگیں کٹ جائیں تو بھی کافی ہے۔ لیکن صرف دو رگیں کٹ جائیں تو مذبوحہ حرام ہوگا۔

10: قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا زیادہ اچھا ہے۔ ہاں! اگر خود ذبح نہ کر سکتا ہو تو کسی اور سے بھی ذبح کرانا جائز ہے۔

[8]: چند مکروہ کام جن سے بچنا ضروری ہے

1. ذبح کے آلات کو جانور کے سامنے لہرانا یا ان کے سامنے تیز کرنا۔

2. اس قدر کند چھری سے ذبح کرنا کہ ذابح کو زور لگانا پڑے۔

3. ایک جانور کو دوسرے جانوروں کے سامنے ذبح کرنا۔

4. ذبح میں چار رگوں کے علاوہ چھری کی نوک سے حرام مغز کی نالی کو کاٹنا۔

5. ذبح کے دوران جانور کا سینہ کھول کر اس کے دل کو کاٹنا۔

6. ذبح کرتے ہوئے جانور کی گردن توڑنا۔

7. جانور کی روح نکلنے اور ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کی کھال اتارنا یا اعضاء کو کاٹنا۔

8. رات کے وقت ذبح کرنا جبکہ روشنی کا صحیح انتظام نہ ہو کیونکہ اس بات کا اندیشہ ہے کہ کوئی رگ کٹنے سے رہ جائے۔ اور اگر روشنی کا اچھا انتظام ہو تو مکروہ نہیں۔

9. اونٹ کے علاوہ دوسرے جانوروں کو کھڑے ہونے کی حالت میں ذبح کرنا۔

10. اونٹ کے زمین پر گرنے کے بعد اس کی گردن کو تین جگہ سے کاٹنا اس لیے کہ یہ بلا وجہ تکلیف دینا ہے۔

[9]: گوشت کے احکام

1: افضل یہ ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کئے جائیں ایک حصہ اپنے گھر کے لیے، ایک حصہ رشتے داروں اور دوست واحباب کے لیے اور ایک حصہ فقراء و مساکین میں تقسیم کیا جائے، ہاں اگر عیال زیادہ ہوں تو سارا گوشت خود بھی رکھ سکتے ہیں۔

2: اگر قربانی کے جانور میں کئی حضرات شریک ہوں تو گوشت وزن کر کے تقسیم کیا جائے اندازے سے تقسیم کرنا جائز نہیں چاہے آپس میں کمی بیشی کو معاف بھی کر دیں۔ وجہ یہ ہے کہ اس گوشت کو برابر تقسیم کرنا یہ شریعت کا حق ہے جو شرکاء کے معاف کرنے سے معاف نہیں ہوتا۔ ہاں اگر وزن کئے بغیر تقسیم کرنا ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ گوشت کے علاوہ دیگر چیزیں مثلاً سری، کلیجی وغیرہ کے ٹکڑے کر دیے جائیں اور گوشت کے ہر حصہ میں یہ ٹکڑے رکھ دیے جائیں تو اب وزن کیے بغیر محض اندازہ سے تقسیم کرنا بھی درست ہوگا۔

3: قربانی کا گوشت فروخت کرنا یا اجرت میں دینا جائز نہیں۔

[10]: حلال جانوروں کے حرام اور مکروہ اجزاء کا بیان

1: حلال جانور کے یہ سات اجزاء کھانا درست نہیں ہے:

۱: بہتا ہوا خون، ۲: مادہ جانور کی شرمگاہ، ۳: خصیتین (انہیں کپورے بھی کہتے ہیں)، ۴: غدود

۵: نر جانور کی پیشاب گاہ، ۶: مثانہ، ۷: پِتہ

چند الفاظ کی وضاحت:

غدود: "غدود" سخت گوشت کو کہتے ہیں، جانوروں میں بعض اوقات خون جم کر گٹھلی کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اور کبھی کسی بیماری کی وجہ سے جلد اور گوشت کے درمیان سخت گوشت کا ٹکڑا بن جاتا ہے۔ اسی طرح کبھی ہڈیوں کے درمیان سخت ٹکڑا بن جاتا ہے، جسے اردو میں گلٹی اور گانٹھ بھی کہا جاتا ہے، اس کے اردگرد کبھی چربی بھی ہوتی ہے۔ یعنی غدود کوئی متعین حصہ نہیں بلکہ کسی جانور میں موجود ہوتا ہے کسی میں نہیں۔

مثانہ: پیشاب جمع ہونے کی تھیلی۔

پِتہ: جگر کے نیچے ایک چھوٹی سی تھیلی جس میں کڑوا مائع موجود ہوتا ہے۔

اگر کسی کو ان اعضاء کی پہچان نہ ہو تو کسی تجربہ کار سے آدمی سے معلوم کر لینا چاہیے۔

2: اوپر ذکر کردہ سات چیزوں میں سے بہتا ہوا خون بوجہ نصِ قطعی حرام ہے جبکہ باقی چھے اشیاء کا کھانا مکروہِ تحریمی ہے۔ ان سات اجزاء کے علاوہ بقیہ اعضاء کا کھانا جائز ہے۔

3: اوجھڑی کھانا بھی درست ہے۔ اوجھڑی بڑی سی تھیلی ہوتی ہے جس میں کھایا ہوا چارہ موجود ہوتا ہے۔

4: جانور کی ریڑھ کی ہڈی کے اندر سفید رنگ کا گودا لمبے دھاگے کی شکل میں ہوتا ہے جسے عربی میں "نُخَاعُ الصُّلْبِ" اور اردو میں "حرام مغز" کہتے ہیں۔ عوام الناس نے اس کے نام کے ساتھ "حرام" کا لفظ ہونے کی وجہ سے اس کو حرام سمجھ لیا ہے حالانکہ یہ بات درست نہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ حرام مغز کا کھانا حرام یا مکروہ نہیں بلکہ جائز ہے۔ فقہائے کرام نے جانور کے ذبح کے وقت یا ذبح کے بعد ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کے "نُخَاعُ الصُّلْبِ" کے کاٹنے کو مکروہ کہا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے جانور کو بلاوجہ تکلیف میں مبتلا کرنا لازم آتا ہے اور جانور کو بلاوجہ تکلیف دینا حرام اور ناجائز ہے۔ غالباً اسی وجہ سے اس کا نام "حرام مغز" مشہور ہو گیا ہے لیکن اس وجہ سے ذبیحہ حرام یا مکروہ نہیں ہو جاتا اور نہ ہی حرام مغز کا کھانا حرام ہوتا ہے۔

[11]: کھال کے احکام

1: قربانی کی کھال اپنے ذاتی استعمال میں لا سکتے ہیں۔ مثلاً مصلیٰ، مشکیزہ، دسترخوان وغیرہ بنا سکتے ہیں البتہ اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں بلکہ یہ قیمت فقراء کو دینا واجب ہے۔

2: قربانی کی کھال کے لیے ضروری ہے کہ اس کا مالک فقراء و مساکین کو بنا دیا جائے۔ اس لیے کھال کی قیمت مسجد کی تعمیر میں نہیں لگائی جا سکتی۔ نیز ایسا کوئی فلاحی ادارہ جس میں اس کھال کا مالک کسی مستحق کو نہ بنایا جاتا ہوں اسے بھی دینا درست نہیں ہے۔

3: کھال؛ قصائی کو مزدوری میں دینا جائز نہیں ہے۔ قیمت کے عوض کھال لینے والا کوئی نہ ہو تو قصاب یا کسی بھی شخص کو بلا عوض بطور ہدیہ دی جا سکتی ہے۔

4: کھال کو دفن کرنا مال ضائع کرنا ہے، اس لیے اگر اس کا ریٹ کم بھی لگے تب بھی ضائع نہ کی جائے بلکہ کم داموں میں ہی فروخت کر دی جائے۔

5: بہتر یہ ہے کہ قربانی کی کھال کسی دینی مدرسہ اور جامعہ کے طلباء کو دی جائے کیونکہ اس میں ان کی امداد کرنے کا ثواب بھی ہے اور علم دین کے احیاء کا سبب بھی۔

[12]: قربانی کے متعلق چند فوائد

فائدہ نمبر 1:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی قربانی کرنا جائز ہے۔

دلیل:

أُتِيَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَوْمَ النَّحْرِ بِكَبْشٍ فَذَبَحَهُ وَقَالَ: «بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ وَمِنْ مُحَمَّدٍ لَكَ». ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَتُصُدِّقَ بِهِ ثُمَّ أُتِيَ بِكَبْشٍ آخَرَ فَذَبَحَهُ فَقَالَ: «بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ وَمِنْ عَلِيٍّ لَكَ».

(السنن الکبریٰ لابی بکر احمد بن الحسین بن علی البیھقی ت 458ھ: باب قول المضحی اللھم منک والیک فتقبل منی وقول المضحی عن غیرہ اللھم تقبل من فلان)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس قربانی والے دن ایک دنبہ لایا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے ذبح کرتے ہوئے فرمایا: "بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ وَمِنْ مُحَمَّدٍ لَكَ "[شروع اللہ کے نام سے، اے اللہ! یہ تیری طرف سے دیا ہوا مال ہے، یہ تیرے ہی دربار میں حاضر ہے اور یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے] پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تو اسے صدقہ کر دیا گیا۔ اس کے بعد ایک اور دنبہ لایا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے ذبح کرتے ہوئے بھی فرمایا: "بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ وَمِنْ عَلِيٍّ لَكَ "[شروع اللہ کے نام سے، اے اللہ! یہ تیری طرف سے دیا ہوا مال ہے، یہ تیرے ہی دربار میں حاضر ہے اور یہ علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہے]

آثار:

وَخَتَمَ ابْنُ السِّرَاجِ عَنْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَ مِنْ عَشَرَةِ آلَافِ خَتْمَةٍ، وَضَحَّى عَنْهُ مِثْلَ ذَلِكَ...

قُلْتُ [العلامة الشامی]: وَقَوْلُ عُلَمَائِنَا لَهُ أَنْ يَجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِهِ لِغَيْرِهِ يَدْخُلُ فِيهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّهُ أَحَقُّ بِذَلِكَ حَيْثُ أَنْقَذَنَا مِنَ الضَّلَالَةِ، فَفِي ذَلِكَ نَوْعُ شُكْرٍ

(رد المحتار: ج3 ص181، ص182 کتاب الصلوۃ-باب صلوۃ الجنازۃ)

ترجمہ: علامہ ابن السراج نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے دس ہزار قرآن پاک کے ختم کیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے قربانی بھی فرمائی۔ میں (یعنی علامہ ابن عابدین) کہتا ہوں: یہ جو ہمارے علماء کا قول ہے کہ "آدمی اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو دے سکتا ہے" اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں اور آپ کا حق زیادہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں گمراہی کے اندھیروں سے نکالا، تو آپ کو ثواب ہدیہ کرنے میں ایک طرح کا شکر ادا کرنا ہوتا ہے۔ اسی طرح دیگر فوت شدگان کی طرف سے بھی قربانی کرنا جائز ہے۔

نوٹ: ابن السراج سے مراد "امام زین الدین محمد بن عمر سراج الدین بن محمود شہاب الدین الرازی الحنفی" ہیں۔ اپنے دور کے مفتی اور مدرس تھے۔ "الہدایہ" کا درس عمدہ طریقے سے دیتے تھے۔ کئی کتب کے مصنف بھی تھے۔ آپ کا انتقال 20 ذوالقعدہ 766ھ بروز ہفتہ ہوا۔

(طبقات الحنفیہ لعبد القادر القرشی ت 775ھ: ج2 ص105)

فائدہ نمبر 2:

عقیقہ کا حصہ قربانی میں رکھنا جائز ہے۔

علامہ علاء الدین ابو بکر بن مسعود بن احمد الکاسانی ت 587ھ فرماتے ہیں:

وَ كَذٰلِكَ إِنْ أَرَادَ بَعْضُهُمُ الْعَقِيقَةَ عَنْ وَلَدٍ وُلِدَ لَهُ مِنْ قَبْلُ. (بدائع الصنائع: ج4 ص209)

ترجمہ: شرکاء میں سے بعض کا ارادہ اپنے بچوں کی طرف سے عقیقہ کرنے کا ہو تو یہ جائز ہے۔

دلائل:

[۱]: لفظ "نسک"

حدیث مبارک میں عقیقہ کے لیے "نسک" کا لفظ مستعمل ہوا ہے۔

مَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ فَأَحَبَّ أَنْ يَنْسُكَ عَنْهُ فَلْيَنْسُكْ.

(سنن ابی داود: کتاب الضحایا، باب فی العقیقہ)

جس کا بچہ پیدا ہو اور وہ اس کی طرف سے جانور ذبح کرنا چاہے تو ذبح کر لے۔

اور حدیث مبارک میں یہ لفظ نسک قربانی کے لیے بھی مستعمل ہے۔

عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- يَوْمَ النَّحْرِ بَعْدَ الصَّلاَةِ فَقَالَ « مَنْ صَلَّى صَلاَتَنَا وَنَسَكَ نُسُكَنَا فَقَدْ أَصَابَ النُّسُكَ وَمَنْ نَسَكَ قَبْلَ الصَّلاَةِ فَتِلْكَ شَاةُ لَحْمٍ »

(سنن ابی داود، باب مایجوز من السن من الضحایا)

اس سے معلوم ہوا کہ عقیقہ کو نُسُك کہا جانا دلیل ہے کہ جانوروں کی صفات اور احکام کے متعلق جو حکم قربانی کا ہے وہی حکم عقیقہ کا ہے۔ اور بڑی قربانی میں سات حصے ہو سکتے ہیں اس لیے ایک بڑے جانور میں عقیقہ کے حصے بھی ہو سکتے ہیں۔

[۲]: لفظ "اھراق دم"

حدیث مبارک میں عقیقہ کے لیے "اھراق دم" لفظ وارد ہے۔

عَنْ سَلْمَانُ بْنُ عَامِرٍ الضَّبِّيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَعَ الْغُلَامِ عَقِيقَةٌ فَأَهْرِيقُوا عَنْهُ دَمًا وَأَمِيطُوا عَنْهُ الْأَذَى

(صحیح بخاری رقم 5471)

اور قربانی کے لیے بھی "اھراق دم" کا لفظ ہے۔ حدیث میں ہے:

عن عائشة: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ما عمل آدمي من عمل يوم النحر أحب إلى الله من إهراق الدم

(سنن ترمذی، باب فضل الاضحیۃ)

لہٰذا یہ بھی مشابہت ہے کہ ان کا حکم مماثل ہو۔

[۳]: قیاس

شیخ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن محمد ابن قدامۃ الحنبلی ت 620ھ لکھتے ہیں:

وَالْأَشْبَه قِيَاسُهَا على الْأُضحِيةِ لأنَّهَا نَسِيكَة مَشْرُوعَة غيْرُ واجِبَة فَأَشْبَهَتِ الْأُضْحِيَة ولأنَّها أَشْبَهَتْهَا فِي صِفَاتِهَا وسِنِّهَا وقَدْرِها وشُرُوطِهَا فأَشْبَهَتْهَا فِي مَصْرَفِهَا

(المغنی مع الشرح الکبیر ج11 ص124)

ترجمہ: اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ اس کو قربانی پر قیاس کیا جائے۔ اس لیے کہ یہ ایک قربانی ہے جو مشروع ہے، مگر واجب نہیں، پس قربانی کے مشابہ ہوئی، اور اس لیے بھی کہ عقیقہ صفات میں، جانور کی عمر میں، مقدار میں اور شرائط میں قربانی کے مشابہ ہے۔ لہٰذا مشابہ ہوئی اس کے مصرف میں بھی۔

شبہ:

قربانی واجب ہے جبکہ عقیقہ واجب نہیں تو قیاس کیسے درست ہو گا؟ یا تو پھر قربانی کو بھی واجب نہ کہو تاکہ قیاس درست ہو جائے۔

جواب:

یہ تشبیہ صرف قربانی اور عقیقہ کے مشروع ہونے میں ہے کہ دونوں شریعت کے حکم ہیں۔ یہ تشبیہ واجب یا غیر واجب ہونے میں نہیں عقیقہ اور قربانی دونوں کا حکم واضح ہے کہ ایک مستحب اور دوسرا واجب ہے۔ قربانی کے جانور کی صفات اور شرکاء کی تعداد تو واضح ہے لیکن عقیقہ کے جانور کی صفات اور شرکاء کی تعداد واضح نہیں ہے۔ اس لیے غیر واضح کو واضح پر قیاس ہے۔ حکم چونکہ واضح تھا اس لیے اسے قیاس کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔

مثال: فرض نماز اور نفل نماز۔ نماز ہونے میں دونوں مشترک ہیں۔ اس لئے جو شرائط فرض نماز کی وہی نفل نماز کی ہیں لیکن دونوں کا حکم الگ الگ ہے۔

فائدہ نمبر3:

عقیقہ میں گائے اور اونٹ دینا بھی جائز ہے اگرچہ بہتر بکری بکرا ہے۔

دلیل نمبر1:

عَنْ أَنَسِ بنِ مالكٍ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : مَنْ وُلِدَ لَهُ غُلَامٌ فَلْيَعُقَّ عنهُ مِنَ الْإِبِلِ أَوِ الْبَقَرِ أَوِ الْغَنَمِ

(المعجم الصغیر لابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی ت360ھ ج1 ص150)

ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے ہاں بچہ پیدا ہو تو وہ اس کی جانب سے اونٹ، گائے یا بکری ذبح کرے۔

نوٹ: یہ روایت اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس کی تائید ایک صحیح السند موقوف روایت سے بھی ہوتی ہے۔

دلیل نمبر2:

عن قتادة: أَنَّ أَنَسَ بْنَ مالك كَانَ يَعُقُّ عَنْ بَنِيهِ الْجَزُوْرَ.

(المعجم الکبیر لابی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی ت360ھ ج1 ص187 رقم الحدیث684)

کہ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اپنے بچوں کی طرف سے بڑا جانور ذبح کرتے تھے۔

نوٹ:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ عقیقہ میں گائے اور اونٹ کفایت نہیں کرتے۔ (قربانی اور عقیقہ کے مسائل از محمد فاروق غیر مقلد: ص201)

اس لیے کہ حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر کے ہاں بیٹا پیدا ہوا تو عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا:

یا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَقِّيْ عَلَيْهِ أَوْ قَالَ عَنْهُ جَزُوْراً فَقَالَتْ :مَعَاذَ اللهِ وَلٰكِنْ مَا قَالَ رسولُ اللهِ صلىَّ اللهُ عليهِ وسلم شَاتَانِ

مُكَافأَتَانِ»

(السنن الکبریٰ لامام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی البیھقی ت 458ھ: ج9ص 301)

کہ ہم اس کی طرف سے ایک اونٹ عقیقہ کریں۔ اس پر انہوں نے کہا: معاذ اللہ (ہم وہ ذبح کریں گے) جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (لڑکے کی طرف سے) دو ایک جیسی دو بکریاں۔

جواب

اس میں "معاذ اللہ" کہنے سے مراد بڑے جانور کی نفی نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ بکری ذبح کرنا افضل ہے۔

نَذَرَتْ اِمْرَأَةٌ مِنْ آلِ عَبْدِ الرحمٰن بنِ أبي بَكر إنْ وَلَدَتْ امْرأَةُ عبد الرحمن نَحَرْنَا جَزُوْرًا فقالت عائشة رضی الله عنها لَا بَلِ السُّنَّةُ أَفْضَل عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ وعَنِ الْجَارِيَةِ شَاة

المستدرک علی الصحیحین لابی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد الحاکم ت 405ھ ج5ص 338 بات طریقہ العقیقہ وایامھا، رقم الحدیث: 7669

کہ عبد الرحمٰن بن ابی بکر کے گھر والوں نے نذر مانی کہ اگر بچہ پیدا ہوا تو اس کے عقیقہ کے لیے ایک بڑا جانور ذبح کریں گے تو حضرت عائشہ نے فرمایا کہ نہیں سنت (پر عمل کرنا) افضل ہے اور یہ ہے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ایک جیسی اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری کی جاتی ہے۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد الحاکم (ت 405ھ) فرماتے ہیں:

صحيح الاسناد

علامہ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمہ اللہ ت 748ھ بھی تائید فرماتے ہیں۔

المستدرک علی الصحیحین رقم الحدیث: 7669

شارح صحیح بخاری حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن علی بن احمد المعروف ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ت 852ھ نے ان دو حضرات کی تصحیحات کو ذکر فرمایا ہے۔

(التلخیص الحبیر لابن حجر: ج4ص 360 رقم الحدیث 1981)

اس پوری بحث سے ثابت ہوا کہ عقیقہ بڑے جانور کا کرنا جائز ہے اگرچہ افضل بکرا یا بکری ہے۔ واللہ اعلم

فائدہ نمبر 4:

قربانی کے جانور میں اگر کوئی کافر شریک ہو جائے تو گوشت حرام ہے کیونکہ قربانی سے مقصود گوشت نہیں بلکہ جان ہے۔ جو تقسیم نہیں ہوتی۔

لَنْ يَنَالَ اللهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَى مِنْكُم

(سورۃ الحج: 37)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کو اس جانور کا گوشت پہنچتا ہے نہ خون، اس کو تو اس بندے کا تقویٰ پہنچتا ہے۔

[13]: قربانی کے متعلق چند شبہات اور ان کے جوابات

شبہ نمبر1:

جانور کو ذبح کرکے کھانا ظلم ہے تو قربانی کا عمل کرکے یہ ظلم کیوں کیا جاتا ہے؟

جواب:

[1]: جانور انسان کے لیے نہ کہ انسان جانور کے لیے

♦ هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا. (سورۃ البقرۃ:29)

ترجمہ: اللہ تو وہ ہے جس نے تمہارے لیے جو کچھ زمین میں ہے پیدا فرمایا۔

♦ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَابَّةٍ. (سورۃ النحل:61)

ترجمہ: اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑنا شروع فرمادیں تو زمین پہ ایک بھی جاندار نہیں چھوڑیں گے۔

♦ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلَى ظَهْرِهَا مِنْ دَابَّةٍ. (سورۃ الفاطر:45)

ترجمہ: اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے اعمال کی وجہ سے پکڑنا شروع فرمادیں تو زمین پہ ایک بھی جاندار نہیں چھوڑیں گے۔

[2]: نیز جانور کے لیے چھری تیز کرنے کا حکم دینا جس سے ان کی جان نکلنے میں آسانی ہو یہ رحم ہے، ظلم نہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم أَمَرَ بِكَبْشٍ أَقْرَنَ يَطَأُ فِي سَوَادٍ وَيَبْرُكُ فِي سَوَادٍ وَيَنْظُرُ فِي سَوَادٍ فَأُتِيَ بِهِ لِيُضَحِّيَ بِهِ فَقَالَ لها يَا عَائِشَةُ هَلُمِّي الْمُدْيَةَ ثُمَّ قَالَ اشْحَذِيهَا بِحَجَرٍ فَفَعَلَتْ ثُمَّ أَخَذَهَا وَأَخَذَ الْكَبْشَ فَأَضْجَعَهُ ثُمَّ ذَبَحَهُ ثُمَّ قَالَ بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَمِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ ثُمَّ ضَحَّى بِهِ.

(صحیح مسلم: کتاب الاضحیۃ، باب استحباب الضحیۃ وذبحہا مباشرۃ بلا توکیل والتسمیۃ والتکبیر)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سینگھوں والا ایسا مینڈھا لانے کا حکم دیا جس کے پاوں، پیٹ اور آنکھیں سیاہ ہوں۔ چنانچہ ایسا مینڈھا لایا گیا تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قربانی کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذبح کے موقع پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا: چھری لے آؤ، پھر فرمایا: پتھر سے اسے تیز کرلو، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایسا ہی کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھری پکڑی، مینڈھے کو لٹایا اور یہ دعا پڑھتے ہوئے ذبح کیا۔ اللہ کا نام لیکر ذبح کرتا ہوں اے اللہ: اسے میری طرف سے، میرے گھر والوں کی طرف سے اور میری امت کی طرف سے قبول فرما۔

[3]: اس طرح اس پر اللہ کا نام لینا بھی اسی وجہ سے ہے کہ اس پر جانور بہت خوش ہو جاتا ہے اور جان دینے میں خوشی محسوس کرتا ہے۔ جیسے شہید کے بارے میں حدیث میں ہے:

عن أَبي هريرة - رضى الله عنه - قَالَ: قَالَ رسول الله - صلى الله عليه وسلم -: ((مَا يَجِدُ الشَّهِيدُ مِنْ مَسِّ الْقَتْلِ إِلاَّ كَمَا يَجِدُ أَحَدُكُمْ مِنْ مَسِّ الْقَرْصَةِ))

(سنن النسائی: باب ما یجد الشہید من الالم رقم الحدیث4354)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے راستہ میں شہید ہونے والے کو بس اتنی تکلیف ہوتی ہے جتنی چیونٹی کے کاٹنے سے ہوتی ہے۔

لہذا جانور کو ذبح کرنے میں کوئی ظلم نہیں۔

شبہ نمبر2:

بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”اشرف الجواب“ میں چوہے کو حلال کہا ہے۔ جس عبارت سے یہ لوگ مغالطہ دیتے ہیں وہ یہ ہے:

”دوسری قوموں کا یہ شبہ کہ ”یہ لوگ بڑے سنگ دل ہوتے ہیں کہ انہیں جانوروں کے گلے پر چھری پھیرتے ہوئے ذرا بھی رحم نہیں آتا“ محض ناواقفی یا تعنت (سرکشی زیادتی) سے ناشی (پیدا ہونے والی) ہے، مگر عجیب بات یہ ہے کہ یہ شبہ اور اعتراض فقط گائے کی قربانی کے متعلق ہے، چوہے، بکری، مرغی، کبوتر کے متعلق نہیں، معلوم ہوتا ہے دال میں کالا ہے یعنی اس شبہ کا سبب ترحم نہیں بلکہ محض حمیتِ مذہبی ہے۔“ (اشرف الجواب؛ حصہ اول: ص84)

اس پر غیر مقلد یہ تبصرہ کرتے ہیں کہ اس عبارت میں تھانوی صاحب چوہے وغیرہ کو حلال کہہ رہے ہیں اور ان کے ذبح کا تذکرہ کر رہے ہیں۔

جواب:

یہ لوگ بات کو سمجھے ہی نہیں۔ اصل بات یہ تھی کہ کفار کا یہ اعتراض تھا کہ جانوروں کے گلے پر چھری پھیرنا بے رحمی ہے تو کفار کے اس اعتراض میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عجیب بات ہے کہ یہ اعتراض صرف گائے کی قربانی پر ہے لیکن خود چوہے، بکری، مرغی، کبوتر کے گلے پر چھریاں چلاتے ہیں وہاں کوئی اعتراض نہیں، لگتا ہے دال میں کچھ کالا ہے۔ اعتراض رحم کی وجہ سے نہیں بلکہ حمیتِ مذہبی کی وجہ سے ہے۔

تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو الزامی جواب دیا تھا غیر مقلدین اس کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب اور مسئلہ سمجھ بیٹھے۔

شبہ نمبر3:

جانور ذبح کرنے کی بجائے اگر اس کی قیمت صدقہ کریں تو زیادہ مناسب ہے، اس سے فائدہ زیادہ ہو گا۔ مثلاً ہسپتال، یتیم خانہ، بچیوں کا جہیز وغیرہ تیار ہو سکتے ہیں۔

جواب:

1: اسلام کا مالیاتی نظام موجود ہے مثلاً زکوٰۃ، عشر، صدقات نافلہ، بیت المال وغیرہ۔ ان پر اگر عمل صحیح طریقے پر ہو تو معاشی حالت بہتر ہو جائے گی۔

2: قربانی کا مقصد گوشت نہیں کہ معاشی استحکام وغیرہ میں اس کا تذکرہ کیا جائے بلکہ مقصود جان کا اللہ کی راہ میں ذبح کرنا ہے۔ جس کی تائید اس حدیث مبارک میں ہوتی ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ و سلم قَالَ: مَا عَمِلَ آدَمِیٌّ مِنْ عَمَلٍ یَوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ اِھْرَاقِ الدَّمِ اَنَّہٗ لَیَتَأْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِقُرُوْنِہَا وَاَشْعَارِھَا وَاَظْلَافِھَا وَاِنَّ الدَّمَ یَقَعُ مِنَ اللّٰہِ بِمَکَانٍ قَبْلَ اَنْ یَّقَعَ مِنَ الْاَرْضِ فَطِیْبُوْا بِھَا نَفْساً۔

(جامع الترمذی: ج1 ص275 باب ماجاء فی فضل الاضحیہ)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عید الاضحی کے دن کوئی نیک عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کا خون بہانے سے محبوب اور پسندیدہ نہیں اور قیامت کے دن قربانی کا جانور اپنے بالوں، سینگوں اور کھروں سمیت آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں شرفِ قبولیت حاصل کر لیتا ہے، لہٰذا تم خوش دلی سے قربانی کیا کرو۔

3: ثمن، مال تجارت، سوائم میں زکوۃ.... زمینی پیداوار میں عشر..... باقی بہائم رہتے تھے تو ان میں قربانی رکھ دی۔

شبہ نمبر4:

قربانی میں محض جانور ذبح کرنا، خون بہانا نظر آتا ہے، اس کا عملی فائدہ کچھ بھی نظر نہیں آتا۔

جواب:

اس میں کئی فوائد ہیں:

(۱): اس میں محبوب اشیاء کا اللہ کی راہ میں دینے کا جذبہ ابھرتا ہے۔

(۲): اس میں جہاد کی عملی مشق اور تربیت ہے۔ اپنے ہاتھ سے جانور کے گلے کو کاٹنا، تڑپتا دیکھنا، گوشت پوست الگ کرنے میں اسے تربیت ملے گی کہ کل میدان جہاد میں جب لاشوں کو تڑپتا گرتا دیکھے گا تو گھبرائے نہیں بلکہ قوت و بہادری سے کفار کا قلع قمع کرے گا۔

شبہ نمبر5:

ہر سال ہزاروں لاکھوں جانور ذبح کر دیے جاتے ہیں، اس سے معیشت بہت متاثر ہوتی ہے، کیونکہ اس سے بہت سے جانور ایک دن میں ختم ہو جاتے ہیں جن کا بظاہر کوئی فائدہ نہیں۔

جواب:

اس میں معیشت بجائے گرنے کی مضبوط و مستحکم ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کے مختلف مراحل پر نظر ڈالی جائے تو بات سمجھ میں آتی ہے، مثلاً

1 جانور پالنا........اس میں کئی افراد سال بھر مصروف رہ بر سرِ روزگار رہتے ہیں۔

2 چارہ خریدنا........اس میں کاروبار ہے جو نفع بخش ہوتا ہے۔

3 دیکھ بھال پر نوکر چاکر کرنا........اس میں بھی روزگاری کا بہترین ذریعہ ہے۔

4 دودھ کا نظام........ مستقل نظام کہ ہوٹلوں، گھروں کی ضرورت پورا ہونا، مٹھائیوں کا نظام وغیرہ، ڈیری فارم۔۔

5 قربانی کے ایام میں ان کی منڈی میں منتقلی میں ٹرانسپورٹ کا نظام........

6 منڈیوں کا مستقل نظام اور کئی لوگوں کی روزی........

7 بیچنے کے نتیجے میں زرمبادلہ........

8 قصائیوں کا نظام اور اجرت........

9 کھال دینے میں مدارس عربیہ کی امداد........

10 گوشت مدارس، غربا، مساکین متاثرہ علاقوں میں........

11 کھالوں کا نظام، فیکٹریاں، کارخانے، کاروبار، لوگوں کو روزگار........

12 اشیاء کی بناوٹ کوٹ، خیمے، جیکٹس وغیرہ........

13 کمپنیوں اور کارخانوں کا نظام........لوگوں کا روزگار وغیرہ

اب غور کیا جائے کہ جب اس میں اس قدر منافع، روزگار، ضروریات کا پورا ہونا پایا جاتا ہے تو اس میں معیشت کی تباہی ہے یا اس کا عروج؟؟

چند چیزیں ایسی ہیں جن کی وجہ سی ہماری اکثر قربانیاں مکروہ ہو جاتی ہیں۔

فائدہ:

مسائل قربانی پہ دلائل، شبہات کے جوابات کے لئے ان کتب کا مطالعہ انتہائی مفید ہے۔

1: احکام اسلام عقل کی نظر میں۔ حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (ت1362ھ)

2: اعلاء السنن جلد17۔ محدث شہیر علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ (ت1396ھ)

3: تجلیات صفدر جلد پنجم۔ رئیس المناظرین حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ (ت1421ھ)

4: مسئلہ قربانی۔ امام اھل السنت والجماعت شیخ التفسیر والحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ (ت1430ھ)

5: مجموعہ مقالات جلد چہارم۔ مولانا سید اسعد مدنی رحمہ اللہ (ت1427ھ)